ہفت روزہ
لاہور

ندائے خلافت

29

www.tanzeem.org

مسلسل اشاعت کا
33واں سال

تنظیم اسلامی کا پیغام
خلافت راشدہ کا نظام

تنظیم اسلامی کا ترجمان

23 تا 29 محرم الحرام 1446ھ / 30 جولائی تا 5 اگست 2024ء

مسلمانوں کی تباہی کے دو اسباب!

حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ نے دارالعلوم دیوبند میں ایک عظیم بات ارشاد فرمائی، جسے مولانا مفتی محمد شفیعؒ نے اپنی کتاب ''وحدتِ اُمت'' میں یوں نقل فرمایا ہے:

''مالٹا کی قید سے واپس آنے کے بعد ایک رات بعد عشاء دارالعلوم میں تشریف فرما تھے۔ علماء کا بڑا مجمع سامنے تھا، اُس وقت فرمایا کہ ''ہم نے مالٹا کی زندگی میں دو سبق سیکھے ہیں۔'' یہ الفاظ سن کر سارا مجمع ہمہ تن گوش ہو گیا کہ اس استاذ العلماء درویش نے اسی سال علماء کو درس دینے کے بعد آخر میں جو سبق سیکھے ہیں وہ کیا ہیں؟ (حضرت شیخ الہندؒ نے) فرمایا:

''میں نے جہاں تک جیل کی تنہائیوں میں اس پر غور کیا کہ پوری دنیا میں مسلمان دینی اور دُنیوی ہر حیثیت سے کیوں تباہ ہو رہے ہیں تو اس کے دو سبب معلوم ہوئے۔ ایک ان کا قرآن کو چھوڑ دینا، دوسرے ان کے آپس کے اختلافات اور خانہ جنگی۔ اس لیے میں وہیں سے یہ عزم لے کر آیا ہوں کہ اپنی باقی زندگی اس کام میں صرف کروں کہ قرآن کریم کو لفظاً اور معناً عام کیا جائے۔ بچوں کے لیے لفظی تعلیم کے مکاتب بستی بستی میں قائم کیے جائیں، بڑوں کو عوامی درسِ قرآن کی صورت میں اس کے معانی سے روشناس کرایا جائے اور قرآنی تعلیمات پر عمل کے لیے آمادہ کیا جائے اور مسلمانوں کے باہمی جنگ وجدال کو کسی قیمت پر برداشت نہ کیا جائے۔''

میں حیران ہوتا ہوں کہ حضرت شیخ الہندؒ نے 1920ء میں یہ لفظ ''عوامی'' استعمال فرمایا جبکہ عوام وخواص میں سے کسی کی زبان پر یہ لفظ نہیں آیا تھا، جیسا کہ ''عوامی'' کا لفظ ہمارے دور میں عام ہو گیا ہے۔ یہ بھی ان کی دور بینی اور دور اندیشی کی دلیل ہے۔ نابغہ (Genius) اسی شخص کو کہتے ہیں جو بہت بعد کے حالات کو دیکھ رہا ہو۔

جماعت شیخ الہندؒ اور تنظیم اسلامی
ڈاکٹر اسرار احمدؒ

غزہ پر اسرائیل کی وحشیانہ بمباری کو 297 دن گزر چکے ہیں!
کل شہادتیں: 39200 سے زائد، جن میں بچے: 16200، عورتیں: 12150 (تقریباً)۔ زخمی: 90800 سے زائد

اس شمارے میں

فَاعۡتَبِرُوۡا یٰۤاُولِی الۡاَبۡصَارِ
تقویٰ: مفہوم، تقاضے اور برکات
ابلیس کی مجلس شوریٰ (1)
دہشت گردی سے نجات: فوجی آپریشن یا مذاکرات
عدل مجبور ہے، صدق ناچار ہے!
قرآن آڈیٹوریم، لاہور میں ''تقریبِ تکمیلِ درسِ قرآن''

پیغمبروں کا بھیجا جانا اللہ تعالیٰ کا احسان اور اتمامِ حجت کا ذریعہ!

سُورۃُ القَصص | بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ | آیت : 47

وَ لَوۡ لَاۤ اَنۡ تُصِیۡبَہُمۡ مُّصِیۡبَۃٌۢ بِمَا قَدَّمَتۡ اَیۡدِیۡہِمۡ فَیَقُوۡلُوۡا رَبَّنَا لَوۡ لَاۤ اَرۡسَلۡتَ اِلَیۡنَا رَسُوۡلًا فَنَتَّبِعَ اٰیٰتِکَ وَ نَکُوۡنَ مِنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ ﴿۴۷﴾

آیت ۴۷: ﴿وَلَوۡ لَاۤ اَنۡ تُصِیۡبَہُمۡ مُّصِیۡبَۃٌۢ بِمَا قَدَّمَتۡ اَیۡدِیۡہِمۡ فَیَقُوۡلُوۡا رَبَّنَا لَوۡ لَاۤ اَرۡسَلۡتَ اِلَیۡنَا رَسُوۡلًا﴾ ”اور (یہ ہم نے اس لیے کیا کہ) کہیں ایسا نہ ہو کہ جب انہیں کوئی مصیبت پہنچے ان کے کرتوتوں کے سبب تو یہ کہیں کہ اے ہمارے پروردگار! تُو نے کیوں نہ بھیجا ہماری طرف کوئی رسول“

﴿فَنَتَّبِعَ اٰیٰتِکَ وَنَکُوۡنَ مِنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ ﴿۴۷﴾﴾ ”کہ ہم تیری آیات کی پیروی کرتے اور ایمان لانے والوں میں سے ہو جاتے!“

اگر رسول مبعوث کیے بغیر ان پر عذاب آ جاتا تو یہ لوگ عذر کرتے کہ ہمیں متنبہ کیوں نہیں کیا گیا؟ جب ہمارے معاملے میں اتمامِ حجت نہیں ہوئی تو پھر یہ عذاب ہمارے اوپر کیونکر مسلط کر دیا گیا؟ یہی مضمون سورۂ طٰہٰ میں اس طرح بیان ہوا ہے: ﴿وَلَوۡ اَنَّاۤ اَہۡلَکۡنٰہُمۡ بِعَذَابٍ مِّنۡ قَبۡلِہٖ لَقَالُوۡا رَبَّنَا لَوۡ لَاۤ اَرۡسَلۡتَ اِلَیۡنَا رَسُوۡلًا فَنَتَّبِعَ اٰیٰتِکَ مِنۡ قَبۡلِ اَنۡ نَّذِلَّ وَنَخۡزٰی ﴿۱۳۴﴾﴾ ”اور اگر ہم اس (قرآن کے نزول) سے پہلے ہی انہیں عذاب سے ہلاک کر دیتے تو یہ کہتے کہ اے ہمارے پروردگار! تُو نے ہماری طرف کوئی رسول کیوں نہ بھیجا کہ ہم تیری آیات کی پیروی کرتے ذلیل و رسوا ہونے سے پہلے!“

درس حدیث

بہتر سرمایہ

عَنۡ اَبِیۡ اُمَامَۃَ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم ((یَا ابۡنَ آدَمَ اِنَّکَ اَنۡ تَبۡذُلَ الۡفَضۡلَ خَیۡرٌ لَکَ وَاَنۡ تُمۡسِکَہٗ شَرٌّ لَکَ وَلَا تُلَامُ عَلٰی کَفَافٍ وَابۡدَاۡ بِمَنۡ تَعُوۡلُ وَالۡیَدُ الۡعُلۡیَا خَیۡرٌ مِنَ الۡیَدِ السُّفۡلٰی)) (رواہ مسلم)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اے آدم کی اولاد! اگر تو بچت کو (اللہ کی راہ میں) خرچ کرے گا تو یہ تیرے لیے خیر کا سامان ہوگا اور اگر بچت کو جمع کرے گا تو یہ برائی پیدا کرے گی اور کفالت کی حد تک جمع رکھنے میں ملامت نہیں ہے اور جب خرچ کرو تو ابتدا ان سے کرو جو تمہاری ذمہ داری میں ہیں —— اور اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے“۔

تشریح: انسان کی بچت فاضل سرمایہ ہوتا ہے جسے یا تو دنیا کا سامان جمع کرنے کے لیے وہ استعمال کرے گا یا پھر آخرت کا توشہ بنانے کے لیے‘ اور ظاہر ہے آخرت کا سرمایہ بہترین سرمایہ ہے اور دنیا کی دولت تو انسان کو دنیا کے ساتھ ملوث کر دیتی ہے جس سے خرابیاں پیدا ہوتی ہیں۔ اپنی آمدن کے لحاظ سے گھر گرہستی کے معاملات کو نمٹانے کے لیے ماہانہ اخراجات یا سالانہ معاش کی حد تک جمع رکھنے پر ملامت نہیں ہے۔ پھر یہ کہ خرچ کرنے میں سب سے پہلے گھر والے اور پھر قرابت دار ہی حقدار ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اداریہ

خورشید انجم

فَاعۡتَبِرُوۡا یٰۤاُولِی الۡاَبۡصَارِ

18 مئی 2024ء کو سری لنکا میں سرکاری سطح پر تامل علیحدگی پسندوں کے خلاف فوجی آپریشن کی کامیابی کے پندرہ سال مکمل ہونے پر خصوصی تقریبات کا انعقاد کیا گیا۔ 18 مئی 2009ء کو تامل ٹائیگرز کے لیڈر پربھاکرن کو ہلاک کرنے پر سری لنکا کی حکومت اور فوج نے حتمی فتح کا اعلان کیا تھا۔ سنہالی زبان و ثقافت کے گڑھ ماتارا سے رنیل وکرما سنگھے جنہوں نے سابق صدر راجا پاکسے کی جگہ اُس وقت سری لنکا کے صدر کا عہدہ سنبھالا جب بدترین معاشی صورتحال اور ظلم کی چکی میں پسی عوام اُٹھ کھڑی ہوئی تھی اور عوام کے ایک سمندر نے صدارتی محل پر ہلہ بول دیا تھا۔ راجا پاکسے کو تو فوج نے پناہ دے کر بچا لیا لیکن سری لنکا آج بھی اس بدترین معاشی اور سیاسی بحران سے نہیں نکل پایا۔ اُنہوں نے ٹیلی ویژن پر عوام سے خطاب کیا۔ اپنی تقریر میں سری لنکن صدر کا کہنا تھا کہ عوام شاید اس کامیابی کے حوالے سے گونگی، بہری اور نابینا ہو چکی ہے اور اُن کی ناپسندیدگی کے باوجود ہر سال اسی تاریخ پر ایسی تقریبات کا اہتمام کیا جاتا رہے گا۔ اس سے قبل 2009ء سے 2021ء تک راجا پاکسے ہر سال 18 مئی کو قوم سے یوں خطاب کرتے گویا کہ وہ اپنے ملک میں جنگ میں جیت کی فتح کا جشن نہیں منا رہے بلکہ امن حاصل کرنے کی یہ تقریبات ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ سری لنکا میں 37 برسوں سے جاری خانہ جنگی کا خاتمہ اٹھارہ مئی 2009ء کو ہوا تھا۔ سری لنکا میں خانہ جنگی کی متعدد وجوہات تھیں اور یقیناً تامل علیحدگی پسندوں نے بھی عوام اور افواج کو نشانہ بنایا۔ ہمارے لیے مقامِ شکر ہے کہ پاکستان میں جن کے خلاف آپریشن کیے جاتے ہیں اور اب بھی جاری ہیں وہ کم از کم ملک سے علیحدگی کا کھلم کُھلا نعرہ بلند نہیں کر رہے بلکہ پون صدی سے تمام حکومتوں اور مقتدرہ کے ظلم و ناانصافی سے ناراض ہیں۔ اقوام متحدہ کے مطابق سری لنکا کے اس پُرتشدد تنازعہ میں ایک لاکھ افراد کی ہلاکت ہوئی تھی اور ان میں 40 ہزار کی ہلاکت فوجی آپریشن کے آخری ایام میں ہوئی تھی۔ بین الاقوامی ماہرین کے مطابق تامل ٹائیگرز کے خلاف فوجی آپریشن میں 80 فیصد ہلاکتیں عام شہریوں کی ہوئیں۔ بہر حال اس سال 18 مئی کو تامل ٹائیگرز کے حق میں عام تقریب منعقد کرنے پر پابندی عائد کر دی گئی۔ حکومت نے تامل ٹائیگرز کی تنظیم کی جھنڈیاں یا نشان لگانے کے علاوہ ہر قسم کے اجتماعات کو بھی ممنوع قرار دے دیا۔ پولیس نے جافنا میں کئی مقامات پر ہونے والی دعائیہ تقاریب پر دھاوا بول کر انہیں منتشر کر دیا۔ 18 مئی 2009ء کو تامل باغیوں کے لیڈر ولُوپلائی پربھاکرن کو مولی وائیکال نامی گاؤں کے قریب پانی کے تالاب پر بنائی گئی پناہ گاہ میں ہلاک کر دیا گیا تھا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ 37 سال سے جاری رہنے والی خانہ جنگی نے سری لنکا کو ناقابل تلافی نقصان پہنچایا۔ نہ جانے کیوں سری لنکا کے حالات اور واقعات کو دیکھ کر پاکستان کے حوالے سے دل کی دھڑکن تیز ہو جاتی ہے۔ ستم ظریفی یہ ہے کہ 18 مئی کو 2 سے تقسیم کرنے پر 9 مئی کی تاریخ سامنے آتی ہے!

ہفت روزہ

لاہور

ندائے خلافت

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تنظیم اسلامی کا ترجمان نظامِ خلافت کا نقیب

بانی: اقتدار احمد مرحوم

23 تا 29 محرم الحرام 1446ھ جلد 33
30 جولائی تا 5 اگست 2024ء شمارہ 29

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید

مدیر: خورشید انجم

ادارتی معاون: فرید اللہ مروت

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد، طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ، لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی

"دارالاسلام" ملتان روڈ چوہنگ لاہور۔ پوسٹل کوڈ 53800
فون: 78-35473375 (042)
E-Mall:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور۔ 54700
فون: 03-35869501 فیکس: 35834000
nk@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 20 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک...... 800 روپے
بیرون پاکستان
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (21,000 روپے)
انڈیا، یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (16000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے
Email:maktaba@tanzeem.org

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

سری لنکا میں سنہالی لوگ اکثریت میں ہیں اور تامل اقلیت کو اس سے بڑی شکایات رہی ہیں۔ مذاہب کو دیکھا جائے تو ستر فی صد آبادی بدھ مت پر یقین رکھتی ہے جب کہ ہندو، مسلم اور مسیحی تقریباً دس دس فی صد کے تین بڑے گروہ ہیں۔ آبادی تقریباً سوا دو کروڑ ہے یعنی کراچی کی آبادی کے برابر۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ پاکستان کی آبادی سری لنکا سے تقریباً دس گنا زیادہ ہے لیکن پاکستان کی فی کس پیداوار سالانہ صرف تیرہ سو ڈالر ہے جب کہ سری لنکا کی تقریباً چار ہزار ڈالر کو چھو رہی تھی۔ بہرحال سری لنکا کی تاریخ میں دو شخصیات بڑی اہم رہی ہیں ایک سری ماوو بندرا نائیکے اور دوسری جے وردھنے۔ سری ماوو بندرا نائیکے اپنے والد کے قتل کے بعد 1960ء میں سری لنکا کی وزیر اعظم بنیں اور وہ دنیا کی پہلی خاتون وزیر اعظم تھیں۔ وہ 1970ء سے 1977ء تک وزیر اعظم رہیں۔ 1977ء میں دائیں بازو کے جے وردھنے وزیر اعظم بنے اور اُنہوں نے ایسا صدارتی نظام متعارف کروایا جس میں وزیر اعظم صدر کے تابع رہتا ہے۔ جے وردھنے 1977ء سے 1989ء تک کُل بارہ سال اقتدار میں رہے۔ ایک سال بحیثیت وزیر اعظم اور گیارہ سال صدر کے طور پر۔ ان کے بعد دائیں بازو کی یونائٹڈ نیشنل پارٹی مزید پانچ سال اقتدار میں رہی۔ 1994ء کے بعد سری ماوو بندرا نائیکے کی صاحبزادی چندریکا کمارا ٹنگا 2005ء تک یعنی گیارہ سال صدر رہیں۔ اسی دوران 1994ء سے 2000ء تک ان کی والدہ بندرا نائیکے کے پاس وزیر اعظم کا عہدہ رہا۔ 2000ء میں اپنی وفات کے وقت وزیر اعظم بندرا نائیکے کی عمر چھیاسی برس تھی۔ 2006ء میں سری لنکا فریڈم پارٹی کی قیادت چندریکا کے ہاتھ سے نکل کر مہندرا راجا پاکسے کے ہاتھ میں آ گئی، جس کے بعد راجا پاکسے خاندان کا عروج شروع ہوا، انہیں صدر اور وزیر اعظم کے عہدے ملتے رہے۔

سری لنکا فریڈم پارٹی کے مہندرا راجا پاکسے 2005ء سے 2015ء تک دس سال صدر رہے۔ اس دوران انہوں نے 26 سال سے جاری خانہ جنگی کو سختی سے کچل دیا، اور اس دوران اُن پر سنگین جنگی جرائم کا الزام بھی لگا۔ سیاسی تجزیہ نگاروں کے مطابق اس وجہ سے وہ 2015ء میں انتخاب ہار گئے، جس کے بعد سری سینا کی حکومت رہی جو فریڈم پارٹی اور یو این پی کی مخلوط حکومت تھی۔ لیکن پھر 2019ء میں مہندرا راجا پاکسے کے بھائی گوٹا بایا راجا پاکسے صدر بن گئے۔ صدر گوٹا بایا ایک سابق فوجی افسر تھے جو اپنے بھائی کے دور صدارت میں 2005ء سے 2015ء تک وزارتِ دفاع کے سیکرٹری رہ چکے تھے۔ انہوں نے صرف بیس سال فوج میں کام کرنے کے بعد بیالیس سال کی عمر میں لیفٹیننٹ کرنل کے عہدے سے جلد ریٹائرمنٹ لے کر کاروبار شروع کر دیا تھا۔ گویا موروثی سیاست کا جو بیج روزِ اول سے ڈال دیا گیا تھا اُس نے ملک کو تباہی کے دہانے پر پہنچا دیا۔ عوام اشرافیہ سے تنگ آئی ہوئی تھی۔ راجا پاکسے خاندان سری لنکا کا سب سے بااثر سیاسی خاندان بن چکا تھا۔ ایسا وقت بھی دیکھنے میں آیا کہ اسی خاندان کا ایک بھائی صدر تھا اور دوسرا وزیر اعظم۔ آرمی چیف، چیف جسٹس اور ایوان بالا کے سپیکر بھی اسی خاندان کے لوگ تھے۔ ان دونوں بھائیوں نے بے تحاشا قرضے لیے اور زرمبادلہ کے ذخائر کو ہضم کر لیا، پھر اشرافیہ کو ٹیکس میں کھلی چھوٹ دی گئی۔ دھڑا دھڑ نوٹ چھاپنے شروع کر دیے۔ بجٹ کا خسارہ حد سے بڑھ گیا۔ جس کے نتیجے میں ٹیکس ادا کرنے والوں کی تعداد بڑھنے کی بجائے کم ہو گئی۔ سری لنکا کو دیوالیہ کر دیا گیا۔ اس کے پاس صرف دو ارب ڈالر کے ذخائر بچے۔ جب کہ سری لنکا کو چار ارب ڈالر کے قرضے ادا کرنے تھے۔ ان کے علاوہ ایک ارب ڈالر کے بین الاقوامی بانڈ کی ادائیگی بھی کرنی تھی۔ اگر سری لنکا کے ملکی اور بین الاقوامی قرضے ملا لیے جائیں تو بہت جلد اسے فوری طور کُل نو ارب ڈالر ادا کرنے تھے۔ اس بحران کو پیدا کرنے میں آئی ایم ایف کا بھی اہم کردار تھا۔ پھر آئی ایم ایف ہی نے نجات دہندہ کے طور پر میدان میں چھلانگ لگائی۔ کڑی ظاہری اور باطنی شرائط لگائی گئیں۔ آج سری لنکا تاریخ کے بدترین بحران میں مبتلا ہے۔

سوال یہ ہے کہ آخر یہ چھوٹا سا ملک اس بحران کا شکار کیسے ہوا۔ اس کی ایک بڑی وجہ خود سری لنکا کے حکمرانوں کی بداعمالیاں ہیں، بدعنوانیاں، اقرباء پروری اور ضرورت سے زیادہ اخراجات ہیں جبکہ آئی ایم ایف اور قرضوں پر انحصار نے معیشت کو ڈبو دیا۔ اشرافیہ کی لوٹ مار اور موروثی سیاست کی وجہ سے بدترین ارتکازِ دولت دیکھنے میں آئی۔ پھر یہ کہ امن کے نام پر عوام خصوصاً تاملوں کو نشانہ بنایا گیا اور شرپسندوں سے زیادہ عام آدمی کو پیس کر رکھ دیا گیا۔ جس کے نتیجے میں بڑے پیمانے پر مظاہرے شروع ہو گئے۔ حکمرانوں کی انہی بداعمالیوں، بدعنوانیوں، اقربا پروری، شاہانہ اخراجات، قرضوں پر انحصار اور بدامنی وانسانی حقوق کی پامالی نے ملک کو ڈبو دیا۔ سری لنکا کی کہانی اس لیے سنائی گئی ہے کہ ”فَاعْتَبِرُوْا يٰٓاُولِي الْاَبْصَارِ“ (شاید ہم دوسروں کی غلطیوں سے سبق سیکھ لیں۔) اللہ کرے کہ ہم سبق سیکھیں اور ملک وملت کی بہتری کے لیے اپنا قبلہ درست کریں۔

❁❁❁

تقویٰ

مفہوم، تقاضے اور برکات

مسجد جامع القرآن، قرآن اکیڈمی لاہور میں امیر تنظیم اسلامی شجاع الدین شیخ حفظہ اللہ کے 19 جولائی 2024ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

خطبہ مسنونہ اور تلاوت آیات کے بعد

انبیاء و رُسل علیہم السلام کی دعوت کے جو بنیادی نکات ہیں ان میں عبادت کا تقاضا بھی شامل ہے، اللہ کے حضور توبہ و استغفار کرنے اور پیغمبروں کی اطاعت کرنے کا تقاضا بھی ہے۔ پھر یہ کہ بشارت اور انذار کا فریضہ انجام دینا، عدل و انصاف کے قیام کی جدوجہد کرنا بھی شامل ہے۔ انہی تقاضوں میں اللہ کا تقویٰ اختیار کرنا بھی شامل ہے۔ آج کی نشست میں پیغمبروں کی دعوت کے ان بنیادی نکات میں سے اس ایک نکتہ یعنی تقویٰ پر کلام کرنا مقصود ہے۔ قران کریم میں جابجا تقویٰ کا تذکرہ آتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ کے خطبات بالخصوص خطبہ نکاح کے موقع پر بھی جو آیات (آل عمران: 110، النساء: 1، الاحزاب: 70) آپ ﷺ تلاوت فرمایا کرتے تھے ان میں بھی بار بار تقویٰ کی تلقین کی گئی ہے اور حد یہ ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے یہاں تک ارشاد فرمایا: ((اوصیکم ونفسی بتقوی اللہ عزوجل)) ''لوگو! میں تمہیں بھی اور اپنے آپ کو بھی اللہ عزوجل کا تقویٰ اختیار کرنے کی وصیت کرتا ہوں۔''

ہم سورۃ الاعراف میں چھ رسولوں کا تذکرہ پڑھتے ہیں۔ وہاں ان رسولوں کی دعوت کو قرآن اس طرح نقل کرتا ہے: ﴿یٰقَوۡمِ اعۡبُدُوا اللّٰہَ﴾ ''اے میری قوم کے لوگو! اللہ کی بندگی کرو۔'' (آیت:59)

اسی طرح سورۃ الشعراء میں بھی چھ رسولوں کے حالات کا تذکرہ قرآن کریم نے کیا اور ان کی دعوت کو نقل کیا: ﴿فَاتَّقُوا اللّٰہَ وَاَطِیۡعُوۡنِ ﴿۱۴۴﴾﴾ ''پس اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔''

معلوم ہوا کہ جہاں عبادت پیغمبروں کی دعوت کا بنیادی نکتہ ہے وہیں تقویٰ اختیار کرنا بھی پیغمبروں کی دعوت کا بنیادی تقاضا ہے اور یہ زندگی بھر کا مطالبہ ہے۔ چنانچہ بہت معروف آیت جو نبی اکرم ﷺ اپنے خطبات میں اور خطبہ نکاح کے موقع پر بھی تلاوت فرماتے تھے، وہ یہ ہے:

''اے اہل ایمان! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو جتنا کہ اُس کے تقویٰ کا حق ہے اور تمہیں ہرگز موت نہ آنے پائے مگر فرمانبرداری کی حالت میں۔'' (آل عمران:102)

تقویٰ کا حق ادا کرنا تقویٰ کے تقاضوں کا ہی تسلسل ہے۔ بہرحال اگر زندگی بھر کے تقاضوں کو ایک لفظ میں بیان کیا جائے تو وہ عبادت بھی بنتا ہے اور ایک لحاظ سے تقویٰ بھی بنتا ہے۔ اب سوال ہے کہ تقویٰ کسے کہتے ہیں۔ اللہ کے رسول مکرم ﷺ نے تو اپنے مبارک ہاتھ سے اپنے سینہ اطہر کی طرف اشارہ فرما کر تین مرتبہ فرمایا: ((التقوی ھھنا، التقوی ھھنا، التقوی ھھنا)) یعنی ''تقویٰ یہاں (دل میں) ہے۔'' اس احساس کے ساتھ زندگی گزارنا کہ

مرتب: ابوابراھیم

میرا رب مجھے دیکھ رہا ہے یہ تقویٰ ہے۔ بدقسمتی سے آج ہم مادہ پرستی میں اس قدر گر چکے ہیں کہ رات کو سوتے وقت بھی سمارٹ فون زیادہ پیش نظر ہوتا ہے اور کئی مرتبہ تو لوگ اللہ کا ذکر ہی بھول جاتے ہیں۔ رات کو بھی آنکھ کھلتی ہے تو سب سے پہلے ہاتھ موبائل کی طرف لپکتا ہے۔ صبح بیدار ہونے کے بعد فوراً جو مسنون دعا پڑھنی چاہیے شاید وہ بھی توجہ میں نہیں ہوتی جتنا کہ موبائل ہوتا ہے (الا ماشاء اللہ)۔ جبکہ تقویٰ کا تقاضا یہ ہے کہ سب سے بڑھ کر اللہ کا ذکر دل میں ہو۔ ذکر کا مفہوم ہے: استحضار اللہ فی القلب۔ یعنی دل میں اللہ کو حاضر رکھنا۔ دل میں اللہ کو حاضر رکھوں گا تو آنکھ بھی ٹھیک جگہ استعمال ہوگی، زبان بھی ٹھیک جگہ استعمال ہوگی، کان بھی صحیح جگہ استعمال ہوں گے۔ اسی طرح پوری زندگی کا ذکر یہ ہے کہ اللہ کی اطاعت کی جائے۔

صحابہ رضی اللہ عنہم کی مجلس سے اس کی ہمیں وضاحت ملتی ہے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی مجلس میں سوال اٹھا کہ تقویٰ کسے کہتے ہیں؟ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے۔ انہوں نے پوچھا: اے امیرالمومنین! یہ فرمایئے کہ اگر کسی تنگ راستے سے آپ کا گزر ہو جہاں دائیں بائیں کانٹے دار جھاڑیاں ہوں تو آپ کیسے گزریں گے؟ فرمایا: میں اپنے لباس کو سمیٹ کر، بچ بچ کر گزرنے کی کوشش کروں گا۔ فرمایا: اسی کا نام تقویٰ ہے۔ اسی طرح اس معاشرے میں بہت سارے کانٹے ہیں، اللہ کی نافرمانیوں کے کانٹے، سرکشی کے کانٹے، برائی کے کانٹے، ان سارے کانٹوں سے اپنے آپ کو بچا کر زندگی گزارنا تقویٰ ہے، یہاں تک کہ ہم اللہ کی طرف لوٹ جائیں۔ تقویٰ محض ظاہری شکل و صورت کا نام نہیں، اگرچہ ہماری ظاہری شکل وصورت اور ہمارے ظاہر کے معمولات بھی سنت سے قریب تر ہونے چاہئیں لیکن اس سے آگے بڑھ کر ہمارا ظاہر و باطن اللہ کے دین کے مطابق ہوجائے تو یہ اصل تقویٰ ہے۔ جیسا کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ تقویٰ دل میں ہوتا ہے۔ اس احساس کے ساتھ زندگی بسر کرنا کہ میرا رب مجھے دیکھ رہا ہے۔ جیسے سی سی ٹی وی کیمرہ لگا ہو اور اس کی وجہ سے ہر کوئی محتاط ہو۔ حالانکہ سی سی ٹی وی کیمرہ کی ریکارڈنگ ضائع بھی ہوسکتی ہے جبکہ اللہ کے پاس جو ریکارڈنگ ہورہی ہے، اس کا ایک سیکنڈ بھی ضائع نہیں ہونے والا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''کیا تم ان سے ڈر رہے ہو؟ اللہ زیادہ حقدار ہے کہ تم اس سے ڈرو اگر تم مؤمن ہو۔'' (التوبہ:13)

دنیا میں بندہ کتنا خیال رکھتا ہے کہ گھر والے ناراض نہ ہوجائیں، دوست ناراض نہ ہوجائے، باس ناراض نہ ہوجائے۔ حالانکہ اللہ کا حق سب سے بڑھ کر ہے۔ سب سے زیادہ یہ احساس دل میں ہر وقت ہونا

چاہیے کہ اللہ ناراض نہ ہو جائے۔ چنانچہ ہمارے اسلاف نے تقویٰ کی وضاحت بعض احادیث مبارکہ کی روشنی میں یوں فرمائی ہے کہ اللہ کی اطاعت میں لگے رہنا، اللہ کی نافرمانی، ناراضگی اور ناشکری سے بچنا اور اللہ کی شکرگزاری کی کوشش کرنا تقویٰ ہے اور یہ تقویٰ پوری زندگی میں مطلوب ہے۔ سورۃ آل عمران کی آیت 102 تو انسان کو لرزا دیتی ہے۔

”اے اہل ایمان! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو جتنا کہ اُس کے تقویٰ کا حق ہے اور تمہیں ہرگز موت نہ آنے پائے مگر فرمانبرداری کی حالت میں۔“ (آل عمران:102)

جب یہ آیت نازل ہوئی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! کس کے بس میں ہے کہ وہ اللہ کے تقویٰ کا حق ادا کر سکے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت عطا فرمائی:

﴿فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ﴾ ”پس اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اپنی حدِ امکان تک“۔ (التغابن:16)

یعنی مقصود اور مطلوب تو یہ ہے کہ اللہ کا تقویٰ ایسے اختیار کرو جیسا کہ اختیار کرنے کا حق ہے اور عملاً بتایا جا رہا ہے کم از کم اتنا تو تقویٰ لازماً ہونا چاہیے جس کی تم میں استطاعت ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ دنیوی معاملات میں تو ہم اپنی استطاعت سے بڑھ کر محنت کرتے ہیں۔ نماز کے لیے، قرآن کی تلاوت کے لیے ہمارے پاس وقت نہیں ہوتا لیکن سوشل میڈیا پر وقت ضائع کرنے کے لیے ہمہ وقت تیار ہوتے ہیں۔ جب اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کا مسئلہ ہوتا ہے، تقویٰ اختیار کرنے کا معاملہ ہوتا ہے تو وہاں اپنے آپ کو جھوٹی تسلیاں دیتے ہیں کہ میرے بس میں نہیں ہے لیکن دنیوی معاملات میں ہم کم پر اکتفا نہیں کرتے۔ بچہ پانچویں جماعت میں پڑھتا ہے تو ماں بھی اس کی تیاری میں محنت کر رہی ہے، باپ بھی مہنگے سے مہنگے سکولوں میں پڑھانے کی کوشش کرتا ہے، بچہ خود بھی محنت کرتا ہے کیونکہ اسے پتہ ہے کہ میں نے کہاں پہنچنا ہے۔ کتنے لوگوں نے سڑکوں پر ریڑھیاں لگائیں آج ان کا اپنا بزنس ہے۔ کتنے لوگوں نے پبلک ٹرانسپورٹ میں ٹافیاں بیچیں آج ان کی فیکٹریاں ہیں۔ ان سب لوگوں کو معلوم ہوتا ہے کہ میری اتنی استطاعت ہے کہ فلاں مقام پر پہنچ جاؤں۔ اسی لیے محنت کرتے ہیں۔ کیا دین کے معاملے میں آگے بڑھنے کی کوشش کریں گے تو اللہ آگے نہیں بڑھائے گا؟ فرمایا:

”اور جو لوگ ہماری راہ میں جدوجہد کریں گے ہم لازماً ان کی راہنمائی کریں گے اپنے راستوں کی طرف۔“ (العنکبوت:69)

بخاری شریف میں حدیث قدسی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میرا بندہ مجھے دل میں یاد کرتا ہے تو میں بھی اسے دل میں یاد رکھتا ہوں، وہ کسی مجلس میں میرا ذکر کرے تو میں اس سے بہتر مجلس میں اس کا ذکر کرتا ہوں، وہ ایک بالشت میری طرف بڑھے تو میں ایک ہاتھ بھر اس کی طرف بڑھتا ہوں، وہ ایک ہاتھ بھر میری طرف آئے تو میں دو ہاتھ بھر اس کی طرف آتا ہے، وہ چل کر میری طرف آئے تو میں دوڑ کر اس کی طرف آتا ہوں۔ ہمارا وہ بچہ جو پہلے گھٹنوں کے بل چلنے کے قابل ہوتا ہے، جس دن ہم دیکھتے ہیں کہ اس نے کرسی یا ٹیبل پکڑ کر اٹھنے کی کوشش کی ہے تو ہم اس کا ہاتھ پکڑتے ہیں کہ نہیں پکڑتے؟ وہ بھی مسکرا کر چلتا ہے اور چھلانگیں لگانے کی کوشش کرتا ہے۔ اس کو پتہ ہے اگر میں گروں گا تو میرا باپ مجھے تھام لے گا۔ اللہ بھی اپنے بندے سے یہی چاہتا ہے کہ وہ دین میں آگے بڑھنے کی کوشش تو کرے۔ دنیا کے معاملات میں ہم اس قدر خوب سے خوب تر کی تلاش میں ہوتے ہیں کہ نہ اپنی استطاعت دیکھتے ہیں اور نہ مشکلات۔ بیماری اور ضعف بھی اگر ہو، ڈاکٹر آرام کرنے کا کہتا ہے لیکن ہم کہتے ہیں: آرام کا وقت نہیں ہے، ڈیل فائنل کرنی ہے، آفس بند نہیں رکھ سکتے، آج ہر صورت میں رپورٹ دینی ہے، آج پریزنٹیشن ہے وغیرہ۔ ادھر ہم بہانے تلاش نہیں کرتے کہ مجھ میں ہمت نہیں ہے، استطاعت نہیں ہے۔ ساری رعایتیں، سارا استثنا، ساری آسانیاں ہمیں اللہ کے دین میں چاہئیں؟ عرض کرنے کا مطلب یہ ہے کہ جتنا دنیا میں رہنا ہے اتنا دنیا کی فکر کریں جبکہ آخرت تو ہمیشہ کے لیے ہے، اس کی فکر زیادہ ہونی چاہیے۔

پریس ریلیز 26 جولائی 2024ء

تنظیم اسلامی، مبارک ثانی قادیانی کیس میں سپریم کورٹ کے متنازعہ فیصلہ کو یکسر مسترد کرتی ہے

شجاع الدین شیخ

تنظیم اسلامی، مبارک ثانی قادیانی کیس میں سپریم کورٹ کے متنازعہ فیصلہ کو یکسر مسترد کرتی ہے۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر شجاع الدین شیخ نے ایک بیان میں کہی۔ انہوں نے کہا کہ مملکتِ خداداد پاکستان کی سپریم کورٹ کے تین رکنی بینچ پر لازم تھا کہ وہ تمام حقائق کو مدنظر رکھتے ہوئے اور قرآن اکیڈمی لاہور سمیت متعدد معروف دینی اداروں جن سے سپریم کورٹ نے خود رائے طلب کی تھی اور دیگر ثقہ مذہبی اکابرین اور ممتاز قانون دانوں کی جانب سے دی گئی شرعی اور قانونی رائے اور رہنمائی کی روشنی میں مبارک ثانی قادیانی کیس میں 6 فروری 2024ء کو کیے گئے اپنے فیصلہ میں ہر سہو سے رجوع کرتے ہوئے اُس فیصلہ کو کالعدم قرار دیتی اور مبارک ثانی قادیانی کے جرم پر قانون کے مطابق کارروائی کو جاری رکھنے کا حکم دیا جاتا۔ لیکن انتہائی دکھ اور افسوس کا مقام ہے کہ سپریم کورٹ نے اپنے فیصلہ میں قرآن وسنت اور 1400 سال کے اجماع امت کو پس پشت ڈال دیا ہے۔ علاوہ ازیں فیصلہ میں اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین، امتناع قادیانیت آرڈیننس اور فتنہ قادیانیت کی بیخ کنی کے حوالے سے سپریم کورٹ کے ماضی کے فیصلوں کی بھی سراسر خلاف ورزی کی گئی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ 50 برس قبل 7 ستمبر 1974ء کو پاکستان کی قانون ساز اسمبلی نے نبوت کے جھوٹے دعوے دار اور اُس کے پیروکاروں کے حوالے سے دینی تعلیمات اور اجماعِ اُمت کے مطابق قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دیا تھا۔ پھر یہ کہ قادیانیوں کو خود کو مسلمان کہلانے اور شعائرِ اسلام کے استعمال سے روکنے کے لیے 1984ء میں حکومتِ پاکستان نے امتناعِ قادیانیت آرڈیننس جاری کیا تھا جس کی رو سے قادیانی اپنے مذہب کے لیے اسلامی شعائر اور اصطلاحات استعمال نہیں کر سکتے۔ اسی سلسلہ میں تعزیراتِ پاکستان میں دفعات 295بی اور 298بی اور سی کو شامل کیا گیا اور بعد ازاں قرآن پاک میں لفظی اور معنوی تحریف کی روک تھام کے لیے بھی قانون سازی کی گئی۔ انہی قوانین کی خلاف ورزی پر قادیانی مبارک ثانی کے خلاف مقدمہ چل رہا تھا۔ 24 جولائی 2024ء، پاکستان کی عدالتی تاریخ میں ایک سیاہ دن کے طور پر یاد رکھا جائے گا جب اس فیصلہ کے ذریعے بادی النظر میں قادیانیوں کے لیے نہ صرف تحریف شدہ قرآن پاک کی اشاعت کا دروازہ کھول دیا گیا ہے بلکہ مذہبی آزادی کے دلفریب نعرہ کی آڑ میں قادیانیوں کو اسلام اور پیغمبرِ اسلام ﷺ کی اہانت کرنے کی بھی کھلی چھٹی دے دی گئی ہے۔ امیر تنظیم نے کہا کہ عدل اور شعائرِ اسلام کی اس بے توقیری نے مسلمانانِ پاکستان کی بے چینی اور اضطرابی کیفیت میں مزید اضافہ کر دیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ پاکستان کے غیور مسلمان عقیدہ ختم نبوت پر مستعدی سے پہرا دیتے رہیں گے اور اس اہم ترین دینی ستون کے تحفظ کے لیے ملک بھر کی دینی جماعتیں، علماء کرام اور وکلاء سمیت عوام الناس متحد ہیں۔ انہوں نے کہا کہ اس حوالے سے آئندہ کے متفقہ لائحہ عمل کا جلد اعلان کیا جائے گا۔ ان شاء اللہ! (جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر و اشاعت، تنظیم اسلامی، پاکستان)

تقویٰ کا ایک ترجمہ ہم خوف خدا بھی کرتے ہیں۔ بالکل صحیح بات ہے۔ مرنے کے بعد اللہ کو جواب دینا ہے۔ اسی لیے ہر پیغمبر کی دعوت کا ایک بنیادی نکتہ اللہ کا خوف اختیار کرنا بھی ہے ۔ یہ دل سے نکل جائے تو پھر گھروں میں، کاروبار میں، معاشرے میں، حکومتوں کی سطح پر، طاقتوروں کی سطح پر سب کچھ بگاڑ کی طرف چلا جاتا ہے۔ آج مجموعی طور پر ہمارا بیڑا غرق اسی لیے ہے۔ تقویٰ دل میں ہو تو سات پردوں میں بھی بندہ سیدھا رہتا ہے اور اگر یہ جواب دہی کا احساس دل سے نکل جائے تو پبلک میں بھی گناہ ہوتے ہیں، دھڑلے کے ساتھ حرام خوری، لوٹ مار، بے حیائی، سرکشی کے کام ہوتے ہیں۔

تقویٰ کے مفہوم کو ایک اور پہلو سے بھی دیکھنا چاہیے اور وہ ہے اللہ کی پکڑ کا خوف۔ اس حوالے سے سب میں کمزوری ہے البتہ بعض اوقات دینداروں میں بھی یہ کمزوری آجاتی ہے کہ بندہ دین کی طرف آتا ہے، خیر کا ماحول مل جاتا ہے، نیک اعمال میں بندہ آگے بڑھتا ہے لیکن دوسری طرف گناہوں سے بچنے کی خاص کوشش نہیں ہوتی۔ حالانکہ اُمتی کے لیے جہاں امر بالمعروف کا حکم ہے وہاں نہی عن المنکر کا بھی حکم ہے ۔ نیک اعمال ضروری ہیں لیکن گناہوں سے بچنا بھی ضروری ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے سیدنا ابو ہریرہ ؓ کو پانچ وصیتیں فرمائیں۔ ان میں سے پہلی یہ تھی کہ تم اللہ کی حرام کردہ باتوں سے بچ جاؤ تم سب سے بڑے عبادت گزار ہو جاؤ گے۔ ہمارے ہاں اچھے بھلے دیندار لوگوں میں بھی اس حوالے سے کمزوری پائی جاتی ہے۔ بندہ نوافل میں، خیرات کے کاموں میں، نفلی امور میں آگے بڑھ رہا ہے مگر حرام کو نہیں چھوڑ رہا، غیبت کو نہیں چھوڑ رہا، دھوکے کو نہیں چھوڑ رہا، ماں باپ کا دل دکھا رہا ہے، گھر والوں کے ساتھ زیادتی کر رہا ہے، پڑوسی کا حق مار رہا ہے، رشتہ داروں سے قطع تعلقی کر رہا ہے، ناپ تول میں کمی کر رہا ہے، سودخوری میں مبتلا ہے، بے حیائی کے کسی کام میں مبتلا ہے۔ یہ نہ تقویٰ ہے اور نہ دین کا مزاج ہے۔ اللہ کا دین تو پورا پیکیج فراہم کرتا ہے۔ فرمایا:

''اے اہل ایمان! اسلام میں داخل ہو جاؤ پورے کے پورے۔'' (البقرہ:208)

دین کا یہ مزاج نہیں ہے کہ بندہ نفلی عبادات میں تو آگے بڑھ رہا ہے لیکن نہ تو فرائض پورے کر رہا ہے اور نہ ہی گناہوں سے بچ رہا ہے۔ معروف حدیث ہے کہ جو بندہ عمدہ اخلاق کا مظاہرہ کرتا ہے وہ اللہ کے ہاں اس شخص کا درجہ پاتا ہے جو ہمیشہ رات کو نوافل ادا کرتا ہو اور دن کو روزہ رکھتا ہو۔ ایک اور حدیث میں اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: جو بندہ اللہ کے حرام کردہ کاموں سے بچتا ہے اس کا مقام اللہ کے ہاں اس شخص جیسا ہے جو ہمیشہ رات کو نوافل ادا کرتا ہے اور دن کو روزہ رکھتا ہے۔ اب ہم میں سے ہر شخص غور کرے اور تنہائی میں بیٹھ کر سوچے کہ ہم دین کے ان تقاضوں پر کتنا عمل کر رہے ہیں۔ اگر ہمیں علم نہیں ہے تو دین سیکھنا چاہیے اور اس کے تقاضوں پر عمل پیرا ہونا چاہیے۔

تقویٰ کی برکات

تقویٰ کی برکات جابجا قرآن کریم میں بیان ہوئی ہیں۔ ہم میں سے ہر شخص ہدایت کا محتاج ہے اور ہر نماز کی ہر رکعت میں ہم دعا مانگ رہے ہیں:

﴿اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝﴾ ''(اے ربّ ہمارے!) ہمیں ہدایت بخش سیدھی راہ کی۔''

اور اللہ سورۃ البقرہ کے شروع میں ارشاد فرما رہا ہے:

﴿هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝﴾ ''ہدایت ہے پرہیز گار لوگوں کے لیے۔''

اگر ہم ہدایت چاہتے ہیں تو پھر ہمیں تقویٰ اختیار کرنا ہوگا۔ قرآن سب کے لیے ہدایت ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

﴿هُدًى لِّلنَّاسِ﴾ ''(ہم نے بھیجا قرآن کو) لوگوں کے لیے ہدایت بنا کر۔'' (البقرہ:185)

قرآن سارے انسانوں کے لیے ہدایت ہے مگر اس سے ہدایت وہ پائے گا جس کے دل میں تقویٰ ہوگا۔ تقویٰ ہوگا تو ہدایت عطا ہوگی۔ سورہ طلاق کی ابتدائی آیات میں اللہ تعالیٰ نے جہاں تقویٰ کی بطور خاص تلقین کی ہے وہاں اس کی برکات بھی بیان کی ہیں۔ فرمایا:

''اور جو شخص اللہ کا تقویٰ اختیار کرے گا' اللہ اس کے لیے (مشکلات سے) نکلنے کا راستہ پیدا کر دے گا۔'' (الطلاق:2)

آج قوم کو شارٹ کٹ چاہیے کہ راتوں رات امیر ہو جائیں تو سب مشکلیں آسان ہو جائیں گی۔ یہ ہماری خواہشات تو ہوسکتی ہیں لیکن اللہ کا نظام یہ نہیں ہے۔ اللہ کا فرمان ہے کہ مشکلات سے نکلنے کا راستہ اسے ملے گا جو اللہ کا تقویٰ اختیار کرے گا۔ آگے فرمایا:

''اور اسے وہاں سے رزق دے گا جہاں سے اسے گمان بھی نہیں ہوگا۔'' (الطلاق:2)

یہ ہم سب کا مسئلہ ہے اور قرآن اس مسئلے کا صاف ستھرا حل بتا رہا ہے کہ اللہ کا تقویٰ اختیار کرلو۔ اسی طرح قومی سطح پر بھی اس مسئلے کا حل قرآن بتا رہا ہے:

''اور اگر یہ بستیوں والے ایمان لاتے اور تقویٰ کی روش اختیار کرتے تو ہم ان پر کھول دیتے آسمانوں اور زمین کی برکتیں۔'' (اعراف:96)

یہ باتیں دل کی گہرائیوں اور ایمان کی بصیرت سے سمجھنے والی ہیں۔ آج ہماری معیشت کی تباہی ہمارا قومی سطح کا مسئلہ بن چکا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کا حل بتا رہا ہے کہ سب سے پہلے ایمان لے آؤ محض زبان سے کلمہ پڑھ لینے والا ایمان نہیں بلکہ دل سے ایمان لاؤ اور پھر اللہ کا تقویٰ اختیار کرو۔ تمہارا عمل تمہارے ایمان اور تقویٰ کا ثبوت پیش کر رہا ہو۔ آج ہمارے جو اعمال ہیں ان کو دیکھ کر کوئی کہے گا کہ یہ اللہ کو ماننے والے ہیں؟ کوئی ہمیں متقی کہے گا؟ ہرگز نہیں۔ اس لیے کہ ہمارے اعمال اور کردار ثبوت پیش کر رہے ہیں کہ ہمارے دل میں ایمان اور تقویٰ نہیں ہے۔ اگر ہوتا تو آج اللہ تعالیٰ ہمارے لیے زمین و آسمان کے خزانے کھول دیتا۔ سورہ طلاق کی آیت 3 میں فرمایا:

''اور جو کوئی اللہ پر توکل کرتا ہے تو اس کے لیے وہ کافی ہے۔''

آج ہم نے قومی مسئلہ بنا لیا ہے کہ امریکہ ناراض نہ ہو جائے، IMF ناراض نہ ہو جائے، اسی گھن چکر میں ہم پستے چلے جا رہے ہیں اور تباہی دن بدن بڑھتی جا رہی ہے۔ انفرادی اور اجتماعی سطح پر سوچ بن گئی ہے کہ سود چھوڑ دیں گے تو نظام کیسے ہوگا، رشوت، کرپشن کا سہارا نہیں لیں گے تو گزارہ کیسے ہوگا۔ جھوٹ نہیں بولیں گے تو کاروبار کیسے چلے گا۔ اگر مسلمان یہ مان کر بیٹھا ہے تو پھر یہ کیسا ایمان ہے؟ اللہ پر بھروسا، اللہ کا تقویٰ کہاں ہے؟

یہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدے سے دیتا ہے آدمی کو نجات!

اللہ کے ساتھ کمٹمنٹ کے لیے ہم تیار نہیں تو اس نے بھی ہمیں ہمارے حال پر چھوڑ رکھا ہے۔ حضرت امیر معاویہ ؓ نے حضرت عائشہ صدیقہ ؓ کو درخواست لکھ کر بھیجی کہ میرے لیے کوئی وصیت فرمایئے۔ امت کی ماں عائشہ صدیقہ ؓ نے اللہ کے رسول ﷺ کا یہ فرمان لکھ کر بھیجا کہ: جو لوگوں سے توقعات توڑ کر اللہ پر بھروسا کر لے اس کے لیے اللہ کافی ہو جائے گا اور جو اللہ پر بھروسا چھوڑ کر لوگوں سے توقعات لگائے، اللہ اسے لوگوں کے رحم و کرم پر چھوڑ دے گا اور وہ در بدر کی ٹھوکریں کھائے گا۔ یہ آج ہمارا قومی مسئلہ ہے۔ اللہ پر ہمارا بھروسا نہیں رہا بلکہ انفرادی سطح پر جھوٹ، کرپشن، رشوت، سود، لوٹ مار اور اجتماعی سطح پر امریکہ، IMF اور سودی نظام سے توقعات ہیں۔ ان کے کہنے پر یہاں خلاف شریعت قانون سازیاں ہو رہی ہیں، اللہ کے دین سے سرکشی اور بغاوت دھڑلے سے ہو رہی ہے۔ اگر یہ ہمارا قومی مزاج بن چکا ہے تو پھر اللہ کی مدد، رحمت اور برکت ہم پر کیسے نازل ہوگی؟ سورہ طلاق میں آگے فرمایا:

”اور جو کوئی اللہ کا تقویٰ اختیار کرتا ہے وہ اُس کے کاموں میں آسانی پیدا کر دیتا ہے۔“ (آیت:4)

”اور جو اللہ کا تقویٰ اختیار کرے گا وہ اُس کی برائیوں کو اس سے دُور فرما دے گا‘ اور اسے بہت بڑا اجر و ثواب عطا کرے گا۔“ (آیت:5)

یعنی جو تقویٰ اختیار کرے گا اس کی دنیا اور آخرت دونوں کا مسئلہ حل ہو جائے گا۔ یہی ہم سب کا مسئلہ ہے۔ ہمارے جو بھی مسائل اور مصائب ہیں، یہ ہمارے کرتوتوں کی وجہ سے ہیں۔ ارشاد ہوتا ہے:

”اور تم پر جو بھی مصیبت آتی ہے وہ درحقیقت تمہارے اپنے ہاتھوں کی کمائی (اعمال) کے سبب آتی ہے اور (تمہاری خطاؤں میں سے) اکثر کو تو وہ معاف بھی کرتا رہتا ہے۔“ (شوریٰ:30)

اب ان مسائل سے نکلنے کا راستہ یہ ہے کہ ہم اللہ کا تقویٰ اختیار کریں اور یہی ہماری آخرت کے لیے بھی بہتر ہے۔ فرمایا:

”اے اہل ایمان! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور ہر جان کو دیکھتے رہنا چاہیے کہ اُس نے کل کے لیے کیا آگے بھیجا ہے!“ (الحشر:18)

دنیوی معاملات میں تو ہم روزانہ اپنی کارکردگی کا جائزہ لیتے ہیں، کاروباری کھاتے بناتے اور چیک کرتے ہیں، بینک بیلنس چیک کرتے ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ہر بندہ صبح بیدار ہو کر یا تو اپنے آپ کو جہنم کے عذاب میں مبتلا کر لیتا ہے یا پھر اس سے خود کو آزاد کروا لیتا ہے۔ یعنی اگر وہ اللہ کی فرمانبرداری کے کاموں میں لگ گیا تو گویا اس نے اپنے آپ کو جہنم سے آزاد کروا لیا ورنہ خود کو عذابِ جہنم میں مبتلا کر لیا۔ آج ہم سب کو اپنا جائزہ لینا چاہیے کہ ہم اپنے آپ کو کہاں کھپا رہے ہیں؟ یہ ہر دن کا مسئلہ ہے۔ ہر بندے نے اپنا حساب خود دینا ہے۔

”اور قیامت کے دن سب کے سب آنے والے ہیں اس کے پاس اکیلے اکیلے۔“ (مریم:95)

ہم سب تنہائی میں بیٹھ کر سوچیں کیا ہم اس کے لیے تیار ہیں؟ آگے فرمایا:

”اور اللہ کا تقویٰ اختیار کرو‘ یقیناً تم جو کچھ کر رہے ہو اللہ اُس سے باخبر ہے۔“ (الحشر:18)

دنیا میں تو ہمارا ڈیٹا ڈیلیٹ بھی ہو جاتا ہے مگر اللہ کے ہاں جو ریکارڈ ہے وہ کبھی ضائع ہونے والا نہیں ہے۔ فرمایا:

﴿اَحْصٰىهُ اللّٰهُ وَنَسُوْهُ ؕ﴾ ”اللہ نے ان (اعمال) کو محفوظ کر رکھا ہے جبکہ وہ انہیں بھول چکے ہیں۔“ (المجادلہ:6)

انسان کے وہم و گمان سے بھی جو چیزیں نکل جاتی ہیں وہ بھی اللہ کے ہاں محفوظ ہیں۔ اسی لیے اللہ کے رسول ﷺ نے دعا سکھائی ہے: ((اَللّٰھُمَّ حَاسِبْنِیْ حِسَابًا یَّسِیْرًا)) اماں عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ یہ آسان حساب کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ کسی کا حساب کتاب نہ کھولے اور نہ پوچھے، جس کا حساب کتاب کھل گیا اور اللہ نے پوچھ لیا وہ تو مارا گیا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو تقویٰ اختیار کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہمارے حساب کو آسان فرمائے۔ آمین!

❁❁❁

امیر تنظیم اسلامی کی چیدہ چیدہ مصروفیات

(18 تا 24 جولائی 2024ء)

جمعرات 18 جولائی: مرکزی عاملہ کے اجلاس میں شرکت کی۔ بعد از دوپہر شعبہ نظامت اور مرکزی شعبہ تعلیم و تربیت کے اجلاس کی صدارت کی۔ بعد نماز عصر مرکزی شعبہ نشر و اشاعت کے اجلاس کی صدارت کی۔

جمعہ 19 جولائی: دن میں مرکزی شعبہ سمع و بصر کے اجلاس کی صدارت کی۔ تقریر اور خطابِ جمعہ مسجد جامع القرآن، قرآن اکیڈمی لاہور میں ارشاد فرمایا اور جمعہ کی نماز پڑھائی۔ دوپہر میں رکن مرکزی شوریٰ ثاقب عباسی صاحب کی ان کے گھر پر عیادت کی۔ نماز عصر سے قبل بزرگ و دیرینہ رفیق محترم قمر سعید قریشی صاحب کی ان کے گھر پر عیادت کی۔ نماز مغرب کے بعد شعبہ رابطہ، قانونی و انتظامی امور کے اجلاس کی صدارت کی۔

ہفتہ 20 جولائی: توسیعی عاملہ کے اجلاس کی صدارت کی۔ دوپہر میں دین حق ٹرسٹ کے اجلاس اور اس کے بعد توسیعی عاملہ کے اجلاس کی صدارت کی۔

اتوار 21 جولائی: صبح توسیعی عاملہ کے اجلاس میں شرکت کی۔ دن میں قرآن آڈیٹوریم، لاہور میں رکن شوریٰ و صدر مرکزی انجمن خدام القرآن، لاہور ڈاکٹر عارف رشید کے ”تکمیل درس قرآن“ کے سلسلہ میں منعقدہ تقریب کی صدارت کی نیز مختصر خطاب بھی کیا۔ دوپہر میں سینئر رفیق عبدالرشید رحمانی صاحب سے قرآن اکیڈمی لاہور میں ملاقات کی۔ شام کو کراچی روانگی ہوئی۔

بدھ 24 جولائی: دن میں Pakistan Provincial Services Academy کے تحت سرکاری افسران کے تربیتی کورس میں "Public Ethics in the Light of Quran and Sunnah" کے موضوع پر online خطاب کیا جس میں سوال و جواب کی نشست کا بھی اہتمام تھا۔

معمول کی مصروفیات: نائب امیر صاحب سے مستقل رابطہ رہا اور معمول کے تنظیمی امور انجام دیئے۔ قرآنی نصاب کے حوالہ سے سرگرمیاں انجام دیں۔ معمول کی کچھ ریکارڈنگ کروائیں۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ — دعائے مغفرت

☆ تنظیم اسلامی کے سینئر ملتزم رفیق اور حلقہ سکھر کی مقامی تنظیم رحیم یار خان کے امیر پروفیسر سجاد منصور کے بڑے بھائی وفات پا گئے۔ برائے تعزیت: 0321-6776902

☆ حلقہ کراچی شمالی، شادمان ٹاؤن کے مبتدی رفیق فہیم پٹیل وفات پا گئے۔
برائے تعزیت: 0345-2282216

☆ حلقہ کراچی جنوبی، ڈیفنس تنظیم کے ناظم مالیات محمد اسحاق پنھور کے والد وفات پا گئے۔
برائے تعزیت: 0300-2574084

☆ شاہ پنجو تنظیم کے سابق مقامی امیر اور ملتزم رفیق نثار احمد اعوان کی ہمشیرہ وفات پا گئیں۔
برائے تعزیت: 0316-1361678

☆ حلقہ خیبر پختونخوا جنوبی کے منفرد رفیق محترم خالد محمود سرور کی پھوپھی وفات پا گئیں۔
برائے تعزیت: 0319-9416969

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے اور پس ماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ قارئین سے بھی ان کے لیے دُعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَھُمْ وَارْحَمْھُمْ وَاَدْخِلْھُمْ فِیْ رَحْمَتِكَ وَحَاسِبْھُمْ حِسَابًا یَّسِیْرًا

حلقہ خیبر پختونخوا کے سینئر رفیق، رکن شوریٰ اور امیر تنظیم اسلامی مردان ڈاکٹر حافظ محمد مقصود صاحب نے علامہ اقبال کی شہرہ آفاق نظم ”ابلیس کی مجلس شوریٰ“ کا دو گھنٹے پر مشتمل ایک درس میں مطالعہ کروایا جس کو ان شاء اللہ قسط وار ندائے خلافت میں شائع کیا جائے گا۔اس نظم میں علامہ اقبال نے شیطان اور اس کے چیلوں کے درمیان ایک مکالمہ پیش کیا ہے۔شیطان اپنے چیلوں کو ہدایات دے رہا ہے کہ دنیا میں چھوٹے اور کمزور ملکوں کو اپنے زیرِ نگیں کرلو۔سود پر مبنی سرمایہ دارانہ نظام اور سودی بینکاری سے دنیا کے معاشی نظام کو جکڑ لو۔ دراصل اس نظم میں علامہ اقبال نے موجودہ سیاسی نظام کو شدید تنقید کا نشانہ بنایا ہے۔قرآن کی رو سے انسان کی حاکمیت شرک ہے۔ آج ہم خلافت کا روشن نظام چھوڑ کر مغرب کے جمہوری نظام کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔اس نظم میں علامہ نے مشرقِ وسطیٰ میں تیسری عالمی جنگ کی پیشین گوئی کا بھی ذکر کیا ہے۔ ابلیس اور اس کی ذرّیت چاہتی ہے کہ مسلمان قرآن کے انقلابی اور آفاقی پیغام سے دور رہیں جبکہ اللہ تعالیٰ کو ایسا مردِ مسلمان درکار ہے جو حمیتِ دینی سے سرشار ہو اور دوبارہ اس چمنِ دنیا کو توحید کے نغموں سے آباد کرے۔ایک ایسا مردِ مسلمان جو اسلامی تہذیب کی بقاء، اسلام کو بحیثیت دین اور بطور نظامِ حیات نافذ کرنے کا عزمِ صادق رکھتا ہو۔مسلمانوں کے پاس اس کے سوا کوئی دوسرا راستہ نہیں کہ وہ منہجِ انقلابِ نبوی ﷺ کو اپنائیں تا کہ دنیا و آخرت میں سرخرو ہوسکیں۔ (ادارہ)

ابلیس کی مجلسِ شوریٰ

شاعرِ مشرق علامہ محمد اقبال کے فکر اور کلام کو ہم میں سے اکثر لوگ پڑھتے بھی ہیں اور سمجھنے کی کوشش بھی کرتے ہیں اور پھر اس سے بہت کچھ سبق حاصل کرنے کی کوشش بھی کرتے ہیں۔کئی لوگ ہیں جنہوں نے اقبال کو پڑھا اور پھر اقبالیات پر کتابیں لکھیں۔ مجھے بھی سرسری طور پر اقبال کو پڑھنے کا موقع ملا اور جس قدر ضرورت تھی قرآن اور سنت کی تشریح و توضیح میں کلامِ اقبال سے مدد لینے کی کوشش کی۔ آج اسی جذبے کے تحت ”ابلیس کی مجلس شوریٰ“ جو اقبال کی بہت مشہور نظم ہے اور اس میں اقبال کا جو عمرانی اور سیاسی فکر ہے اس کو آپ لوگوں تک پہنچانے کی کوشش کروں گا تا کہ ہم پر یہ حقیقت منکشف ہوجائے کہ ابلیس کا باطل اور طاغوتی نظام کس طرح اسلام پر حملہ آور ہے اور اس کے تحت پوری دنیا میں کس طرح مسلمانوں کو نشانہ بنایا گیا ہے۔

یہ بات ہم سب جانتے ہیں کہ اس دنیا میں معرکۂ حق و باطل روزِ ازل سے جاری و ساری ہے۔خیر و شر کی یہ دونوں قوتیں باہم متقابل اور متصادم رہتی ہیں اور خیر و شر کی اس کشمکش میں ہی انسانوں کا امتحان ہے۔اگر ان دونوں قوتوں میں سے کسی ایک کو بھی ہٹا دیا جائے تو ساری سرگرمی ختم ہوجائے گی اور جس مقصد کے لیے یہ دنیا اللہ نے بنائی ہے وہ فوت ہوجائے گا۔اس دنیا کو اللہ نے انسانوں کے لیے آزمائش بنایا اور پھر انسانوں کو صراطِ مستقیم عنایت فرما کر ہدف کا تعین بھی کر دیا کہ اس راستے کے ذریعے آپ نے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنا ہے اور پھر اس راستے میں شیاطینِ جن و انس بٹھا دیے۔لہٰذا اب شیاطین جن و انس کے ساتھ انسان کا ایک مقابلہ ہے۔اس مقابلے میں آزمائش یہ ہے کہ آیا انسان شیطان جن و انس پر غالب آکر اللہ کی رضا اور اس کا قرب حاصل کرتا ہے یا پھر شیاطین جن و انس انسان پر غالب آکر اسے اللہ سے دور کر دیتے ہیں۔ اگر انسان شیاطین جن و انس پر غالب آ کر اللہ تعالیٰ کا قرب و رضا حاصل کرنے میں کامیاب ہوگیا تو وہ زندگی کے امتحان میں کامیاب ہے اور اگر شیاطین کا گروپ غالب آگیا تو اس میں انسان کی ناکامی اور نامرادی ہے۔یہ جو آزمائش اور امتحان ہے اس میں یہ فلسفہ پوشیدہ ہے کہ اس دنیا میں خیر و شر کی قوتیں تا قیامِ قیامت رہیں گی۔اسی حوالے سے اقبال نے ایک مقام پر کہا ہے ؎

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغِ مصطفویؐ سے شرارِ بولہبی

یعنی جب سے دنیا بنی ہے اس وقت سے لے کر اب تک خیر و شر کی یہ دونوں قوتیں باہم برسرِ پیکار ہیں۔ایک طرف چراغِ مصطفوی یعنی اسلام ہے جو دنیا میں حق اور خیر کا غلبہ چاہتا ہے۔جبکہ دوسری طرف ابولہب اور ابوجہل (شر) کی جماعت ہے جو چاہتی ہے کہ چراغِ مصطفوی جلنے نہ پائے، وہ اس کو بجھانا چاہتی ہے۔جیسا کہ مولانا ظفر علی خان نے بھی کہا ہے ؎

نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

یہ معرکہ خیر و شر ازل سے جاری ہے۔آگے اقبال فرماتے ہیں ؎

دنیا کو ہے پھر معرکۂ روح و بدن پیش
تہذیب نے پھر اپنے درندوں کو ابھارا
اللہ کو پامردیٔ مومن پہ بھروسہ
ابلیس کو یورپ کی مشینوں کا سہارا

دورِ حاضر میں خیر و شر کا یہ مقابلہ ایک بار پھر اپنے عروج پر ہے۔حزب اللہ اور حزب الشیطان کے درمیان جنگ جاری ہے۔ایک طرف مردِ مومن ہیں جن کا بھروسا اللہ پر ہے اور دوسری طرف ابلیس کو یورپ اور امریکہ کی ٹیکنالوجی پر بھروسا ہے۔فارسی میں اقبال کہتے ہیں ؎

لیکن از تہذیبِ لادینی گریز
زاں کہ او با اہلِ حق دارد ستیز
فتنہ ہا ایں فتنہ پرواز آورد
لات و عزیٰ در حرم باز آورد
از فسونش دیدۂ دل نابصیر
روح از بے آبیٔ او تشنہ میر
لذتِ بے تابی از دل می برد!
بلکہ دل زیں پیکرِ گل می برد!

یعنی ابلیس کا لشکر جس لادینی اور بے خدا تہذیب کو دنیا میں پھیلانا چاہتا ہے تم اپنے آپ کو اس سے بچاؤ کیونکہ یہ شیطانی تہذیب تمہارے ایمان پر ڈاکہ ڈال رہی ہے۔لشکرِ ابلیس کی ساری جنگ اہلِ دل یعنی اہلِ ایمان کے خلاف ہے جبکہ دنیاداروں اور ہوس کے پجاریوں سے اس کی کوئی دشمنی نہیں ہے کیونکہ وہ انہیں اپنا سمجھتا ہے۔تاہم وہ لوگ جن کے دلوں میں ایمان کی حرارت ہے، جن کے اندر اسلام کی عظمت اور نشاۃ ثانیہ کا جذبہ ہے اور ان کی زبانوں پر اللہ اکبر کی صدائیں ہیں ان سے اس شیطانی تہذیب کی اصل دشمنی ہے۔یہ تہذیب ایسے ہی لوگوں کے دلوں سے ایمان کی حرارت چھین لینے کے لیے ابھاری گئی ہے اور اس مقصد کے لیے یہ تہذیب بے انتہا فتنے اپنے ساتھ لائی ہے۔وہ حرم کہ جس سے لات و منات کے بتوں کو رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام ؓ نے نکال باہر کیا تھا آج ابلیسی تہذیب لات و منات کے انہی بتوں کو دوبارہ حرم میں بسانا چاہتی ہے۔اسی طرح ایک حرم انسان کا دل بھی ہے جو اسلام کے نور سے منور کیا گیا تھا مگر آج شیطانی تہذیب انسان کے دل کو دوبارہ زہریلے فلسفوں اور باطل افکار کی ضلالت سے بھر رہی ہے۔ اس تہذیب نے دورِ حاضر کے انسان پر ایسا جادو کر دیا ہے کہ اس کے دل کی آنکھ اندھی ہو چکی ہے۔یعنی باطل افکار اور زہریلے فلسفوں سے انسان کا دل بے نور ہوجاتا ہے جیسا کہ قرآن میں بھی ہے:

”تو اصل میں آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں بلکہ دل اندھے ہو جاتے ہیں جو سینوں کے اندر ہیں۔“(الحج:46)

انسان کے دل میں ایک روحانی وجود موجود ہے۔جس طرح ظاہری جسمانی وجود کی آنکھیں اور کان ہیں، اسی طرح اس روحانی وجود کی بھی آنکھیں اور کان ہیں۔یہ ابلیسی تہذیب انسان کے دل و دماغ پر حملہ آور ہے تا کہ انسان اس روحانی وجود کی آنکھوں سے دیکھنے اور کانوں سے سننے سے محروم ہوجائے۔(جاری ہے)

آپریشن عزم استحکام سے ملک اور قوم کو صرف نقصان پہنچے گا اور نفرتیں مزید بڑھیں گی: رضاء الحق

اس سے پہلے جتنے بھی آپریشنز ہوئے ان سے کیا حاصل ہوا، کیا دہشت گردی ختم ہوگئی: ڈاکٹر فرید احمد پراچہ

اگر پاکستان امریکہ سے ہدایت لینا چھوڑ دے تو یہاں سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا: اوریا مقبول جان

آپریشن عزم استحکام کے حوالے سے اتفاق رائے پیدا کرنے کی کوشش کی جائے: بریگیڈیئر جاوید احمد

دہشت گردی سے نجات: فوجی آپریشن یا مذاکرات کے موضوع پر

میزبان: وسیم احمد

حالات حاضرہ کے منفرد پروگرام ”زمانہ گواہ ہے“ میں معروف دانشوروں اور تجزیہ نگاروں کا اظہار خیال

سوال: پاکستان میں اس وقت دہشت گردی عروج پر ہے۔ حکومت پاکستان آپریشن عزم استحکام کے لیے پرعزم ہے۔ جبکہ سیاسی اور عوامی حلقوں میں اس کی شدید مخالفت کی جارہی ہے۔ آپ کے خیال میں ایسا کیوں ہے؟

اوریا مقبول جان: 1977ء کے بعد سے نائن الیون تک ہمارے ہاں ایک امن کا دور تھا کیونکہ 1977ء میں بلوچستان کے ناراض لوگوں سے مذاکرات کامیاب ہوئے اور معافی تلافی کے بعد صلح ہوگئی۔ اس کے بعد سے 2004ء تک بلوچستان میں جتنا امن رہا اتنا کبھی نہیں رہا۔ ہم چار چار سو کلومیٹر تک بغیر گن مین کے سفر کرتے تھے۔ 1979ء میں افغانستان میں روس آگیا اور جنگ چھڑ گئی لیکن اس کے باوجود بھی قصہ خوانی بازار رات تین بجے تک آباد ہوتا تھا۔ کوئٹہ میں فلورا کا کارنر تھا اس میں لوگ تین بجے تک بیٹھے ہوتے تھے۔ ہم پر عذاب اس وقت نازل ہوا جب نائن الیون کے بعد وار آن ٹیرر کا آغاز ہوا۔ اپریل 2004ء میں امریکی سینٹ میں پاکستان ریلیشنز کی رپورٹ پیش ہوئی اور پاکستان کو ایک بلین ڈالرز دیے گئے۔ رپورٹ میں کہا گیا پاکستان نے بدلے میں تین بڑی خدمات سرانجام دیں۔ 1۔ تین اہم ترین ہوائی اڈے امریکہ کو دیے گئے جہاں سے 57000 مرتبہ امریکی جہازوں نے اُڑ کر افغان طالبان پر حملے کیے۔ 2۔ پاکستان نے 1لاکھ 75 ہزار فوجی افغان بارڈر پر تعینات کیے تاکہ افغانستان سے کوئی بھاگ کر پاکستان میں داخل نہ ہو سکے اور اگر کوئی داخل ہو تو اسے پکڑ کر امریکہ کے حوالے کیا جائے۔ 660 افغانیوں کو پاکستان نے پکڑ کر امریکہ کے حوالے کیا۔ ان میں سے 422 گوانتاناموبے بھیجے گئے۔ ان میں سے 99 فیصد لوگ رہا ہو کر واپس آچکے ہیں کیونکہ ان کے خلاف کوئی ثبوت نہ تھا۔ یعنی بے گناہ لوگوں کو پکڑ کر پاکستان نے امریکہ کے حوالے کیا۔ ان تین خدمات کے بعد پاکستان میں صورتحال خراب ہونا شروع ہوگئی۔ پھر ہم نے ایسی غلطیوں پر غلطیاں کیں کہ

مرتب: محمد رفیق چودھری

خود اپنے ملک کا بیڑا غرق کرلیا۔ قبائلی لوگوں کی مدتوں سے افغانیوں سے رشتہ داریاں تھیں، ہم نے ان پر ڈرون حملے کروائے۔ جو لوگ امن چاہتے تھے ان کو بھی نہیں بخشا۔ نیک محمد سے ہمارے کور کمانڈر کے مذاکرات ہوئے، اسے ہار پہنائے گئے اور اس کے بعد پھر ڈرون حملہ کر کے اس کو شہید کر دیا گیا۔ اس کے کچھ دنوں بعد ڈمہ ڈولہ پر فضائی حملہ کیا گیا جس میں 80 سے زائد حفاظ طلبہ شہید ہوئے، پھر ان کے جنازوں پر بھی حملے کیے گئے اور پاکستانی حکومت نے تسلیم کیا کہ یہ حملے ہم نے کروائے۔ حالانکہ دو سال بعد امریکہ نے خود کہہ دیا کہ یہ اس نے کروائے تھے۔ پھر بیت اللہ محسود کے ساتھ ہمارے کور کمانڈر کے مذاکرات ہوئے اور اسے امن کا سفیر قرار دیا گیا۔ لیکن اسے بھی ڈرون حملے میں ٹارگٹ کیا گیا اور ہماری حکومت نے تسلیم بھی کرلیا کہ ہم نے مارا ہے۔ اس دوران سانحہ لال مسجد بھی نہ بھولنے والا واقعہ ہے۔ بہرحال افغان طالبان نے 2013ء تک امریکہ کے خلاف جنگ جیت لی تھی اور دوحہ میں مذاکرات کے لیے آفس کھل گیا تھا۔ 15 اگست 2021ء کو افغان طالبان نے کابل کا کنٹرول سنبھال لیا۔ وہ پاکستان کی زیادتیوں کو بھول گئے تھے۔ لیکن اس وقت تین واقعات ایسے ہوئے جس کی وجہ سے آج ہم دوبارہ دہشت گردی کی جنگ میں داخل ہو چکے ہیں۔ 1۔ امریکہ نے 4لاکھ 15 ہزار سپاہی تیار کیے تھے کہ وہ طالبان کو کابل پر کنٹرول حاصل نہیں کرنے دیں گے اور آپس میں خون خرابہ ہوگا اور افغانستان تباہ و برباد ہو جائے گا۔ لیکن وہ سب کے سب تین دن میں افغان طالبان کے سامنے سرنڈر کر گئے۔ چنانچہ امریکہ کو پھر پاکستان کی ضرورت پیش آگئی۔ 2۔ اسی دوران امریکہ میں بلینکن کو کانگریس میں بلایا گیا اور اس سے کہا گیا کہ کابل میں ہمارے 1لاکھ 20 ہزار افراد پھنسے ہوئے ہیں، ان کے لیے ویزے جاری کرو۔ وہ سارے کے سارے نکال کر اسلام آباد لائے گئے اور یہاں سے پھر رفتہ رفتہ انہیں یورپ، امریکہ، کینیڈا وغیرہ میں سیٹل کیا جا رہا ہے۔ یہ سب وہ لوگ تھے جو گزشتہ 30 سال سے امریکہ کے لیے کام کر رہے تھے اور امریکہ نے ان کی تربیت کی تھی۔ اسی دوران ٹی ٹی پی کا مسئلہ حل کرنے کے لیے افغان طالبان کے ساتھ مذاکرات بھی شروع ہوئے لیکن تیسرا کام یہ ہوا کہ امریکہ نے اڈے مانگ لیے اور عمران خان نے انکار کر دیا جس کی وجہ سے اس کی گورنمنٹ بھی ختم کر دی گئی۔ اس دوران جبکہ ٹی ٹی پی کے حوالے سے مذاکرات چل رہے تھے اور وفد افغانستان میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایمن الظواہری پر حملہ ہوا اور وہ جاں بحق ہو گئے۔ افغان طالبان کا پاکستان پر الزام آگیا کہ آپ نے اس حملے کے لیے امریکہ کو انٹیلی جنس سپورٹ فراہم کی ہے اور یوں افغان طالبان کے ساتھ ہمارے تعلقات بگڑ گئے۔ اب صورتحال یہ ہے کہ امریکہ چاہتا ہے کہ پاکستان افغانستان اور ایران کے ساتھ لڑے

اور چائنہ کو بھی خدا حافظ کہہ دے۔ یہ بھی کہا گیا کہ انڈیا کے ساتھ تمارے معاملات بھی ٹھیک کر دیں گے اور کشمیر کا مسئلہ بھی حل کروا دیں گے۔ اس سے قبل 1979ء کے ایرانی انقلاب کے بعد بھی پاکستان سے کہا گیا تھا کہ ایران سے لڑو۔ ستمبر اکتوبر کے قریب ہماری فوجیں ایرانی بارڈر پر کھڑی ہوگئی تھیں لیکن افغانستان میں روس آ گیا تو امریکہ نے صدام کو کہا اب تم لڑو، ہم نے پاکستان سے اور کام لینا ہے۔ بہرحال امریکہ ہمیں افغانستان سے لڑوانا چاہتا ہے۔ میں نے سہیل شاہین صاحب کا انٹرویو کیا۔ انہوں نے بتایا کہ ہم نے پاکستان کو آفر کی تھی کہ آپ کی فورسز نشاندہی کریں ہم مل کر آپریشن کریں گے۔ مگر مسئلہ یہ ہے کہ امریکہ نے ہمیں منع کیا ہوا ہے کہ افغانستان سے مذاکرات نہیں کرنے بلکہ وہ جنگ چاہتا ہے۔ ایسی صورتحال میں پاکستان کی طرف سے کسی بھی آپریشن کا کیا جانا بہت بڑی بے وقوفی ثابت ہوگا۔ ویسے بھی آج تک کونسا آپریشن کامیاب ہوا ہے۔ آپ کہتے ہیں ہم نے اپنے ہاں ٹیررزم پر قابو پالیا۔ 70 فیصد بلوچستان آپ کے ہاتھ میں نہیں ہے۔ امن تو وہ ہوتا ہے کہ آپ اپنی فورسز نکال لیں۔ آپ وزیرستان سے فوج کو نکال کر دکھائیں، بلوچستان سے نکال کر دکھائیں۔

سوال: گزشتہ دو عشروں کی تاریخ گواہ ہے کہ دہشت گردی کے خاتمے کے لیے ہماری حکومتوں نے مذاکرات بھی کیے اور ہماری فوجی قیادت نے آپریشنز بھی کیے لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ دہشت گردی ختم نہیں ہو رہی۔ البتہ ایک دورانیہ ایسا گزرا تھا جس میں دہشت گردی بتدریج کم ہوئی تھی اور دنیا نے مانا تھا۔ وہ جنرل راحیل شریف کے دور میں آپریشن ضرب عضب کا نتیجہ تھا۔ اس وقت جو لوگ آپریشن عزم استحکام کی مخالفت کر رہے ہیں کیا وہ پاکستان میں امن نہیں چاہتے؟

فرید احمد پراچہ: یہاں پر کئی آپریشن ہوئے۔ 2007ء میں پرویز مشرف نے سوات میں راہ حق کے نام سے ایک آپریشن کیا اور پوری آبادی کو وہاں سے اُٹھا کر پھینک دیا گیا۔ فیملیاں ٹوٹ گئیں، بے پناہ نقصان ہوا۔ پھر 2009ء میں جنرل اشفاق پرویز کیانی نے بھی راہ راست کے نام سے ایک آپریشن کیا۔ اس کے بعد راہ نجات کے نام سے بھی ایک آپریشن کیا گیا۔ پھر 2012ء میں جنرل راحیل شریف کے دور میں آپریشن ضرب عضب کیا گیا جو کہ ملکی تاریخ کا سب سے بڑا آپریشن تھا۔ پھر 2016ء میں جنرل باجوہ نے رد الفساد کے نام سے آپریشن کیا۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ان سارے آپریشنز سے آپ نے حاصل کیا کیا؟ یا تو آپ کی پلاننگ غلط تھی یا آپ کے پاس معلومات کی کمی تھی یا آپ نے اس بات کو مدنظر نہیں رکھا کہ جن کے ساتھ مل کر آپ نے امن قائم کرنا ہوتا ہے ان کو ہی آپ نشانہ بنا لیتے ہیں۔ جن سے آپ امن چاہتے ہیں ان کو ہی آپ مشکلات اور مصائب میں ڈال دیں گے تو امن کیسے قائم ہوگا۔ پھر کہا گیا کہ اب ہم انٹیلی جنس کی بنیاد پر ٹارگٹڈ آپریشن کریں گے جو کہ کر رہے ہیں تو پھر اب آپریشن عزم استحکام کی ضرورت کیوں پیش آ رہی ہے؟ سب سے پہلے تو آپ عوام میں اپنا اعتماد بحال کریں اور موجودہ حالات میں جبکہ فوج کا ایک سیاسی ایجنڈا بھی ہے تو عوام کا اعتماد حاصل کرنا مشکل ہے۔ عوام ساتھ کھڑے ہوں گے تو آپریشن کامیاب ہوگا اور امن بھی قائم ہوگا۔ پھر آپ کہتے ہیں کہ کچھ ضمنی نقصان ہوا ہے۔ تو وہ کیوں ہوا ہے؟ آپ جس علاقے میں بھی آپریشن کرتے ہیں وہاں کی ساری آبادی کو اپنا دشمن سمجھ لیتے ہیں۔ ناکوں

> **اپریل 2004ء میں امریکی سینٹ میں پیش کی گئی رپورٹ میں بتایا گیا کہ پاکستان نے ایک بلین ڈالرز کے عوض امریکی جنگ میں حصہ لیا اور تین کام سرانجام دیے۔**

پر عام عوام ہو، علمائے دین ہوں، معززین ہوں سب کے ساتھ آپ مجرموں جیسا سلوک کرتے ہیں تو پھر اس کا ردعمل نفرت کی صورت میں ہی پیدا ہوگا۔ جو آپ کا سوال ہے کہ مخالفت کیوں کی جارہی ہے تو دہشت گردی کے خاتمے کی مخالفت تو کوئی بھی نہیں کرتا، ہر کوئی یہ چاہتا ہے کہ یہ ختم ہو مگر آپریشن کے نام پر جو کچھ پہلے ہوا وہ کوئی بھی نہیں چاہتا۔ البتہ آپ انٹیلی جنس کی بنیاد پر ٹارگٹڈ آپریشن کر رہے ہیں تو کرتے رہیں، اس کی مخالفت کوئی بھی نہیں کرے گا، لیکن آپریشن کے نام پر آبادیوں کو متاثر کرنا درست نہیں ہے۔ اس سے نفرتیں مزید بڑھیں گی۔

سوال: فوجی آپریشن تو چل رہا ہے تو پھر آپریشن عزم استحکام کی ضرورت کیوں پیش آئی اور حکومت اور ہماری فوج اس کے خدوخال اب تک کیوں نہیں واضح کر سکی؟

رضاء الحق: نائن الیون نے دنیا کا پولیٹیکل اور سٹریٹیجک پیراڈائم ایک طرح سے بدل دیا ہے۔ 1990ء میں ہی جب امریکہ سول سپریم پاور آف ورلڈ ہونے کا اعلان کر چکا تھا تو بظاہر نظر آ رہا تھا کہ اب وہ جنگوں کی طرف ہی دنیا کو دھکیلے گا اور اس کی ایشیا پالیسی سے صاف طور پر واضح ہو رہا تھا کہ ایشیا ہی آئندہ کی جنگوں کا مرکز بننے والا ہے۔ اس تناظر میں آپ دیکھیں تو ایک تو حکومتوں نے تشدد، ظلم و جبر اور سختی کا راستہ اختیار کیا جس کے نتیجے میں انتشار اور اشتعال پیدا ہوا۔ جیسا کہ عراق اور شام میں ہم نے دیکھا، پھر پاکستان میں بھی صوبہ خیبر پختونخوا اور بلوچستان کے عوام میں یہی شکایت پیدا ہوئی۔ پھر یہ کہ اداروں کو لامحدود اختیارات دے دیے گئے۔ جیسا کہ 2014ء سے 2018ء تک ہماری نیشنل انٹرنل سکیورٹی پالیسی تھی، پھر 2014ء میں ہی نیشنل ایکشن پلان بھی آ گیا۔ پھر 2018ء سے 2023ء تک داخلی سلامتی کی پالیسی تھی، ان سب میں اداروں کو اس قدر زیادہ اختیارات دیے گئے کہ آئین اور قانون کے تقاضے پامال ہوئے اور انصاف ہوتا ہوا نظر نہیں آیا۔ حالانکہ کسی بھی مہذب معاشرے میں ریاست کی اولین ذمہ داری عوام کے حقوق کا تحفظ کرنا ہوتی ہے۔ ریاست کی ذمہ داری صرف دہشت گردی کا خاتمہ نہیں بلکہ عوام کو ان کے معاشی، سیاسی اور سماجی حقوق فراہم کرنا، ان کے معیار زندگی کو بہتر بنانا بھی ریاست کی ذمہ داری ہے۔ جبکہ ہمارے ہاں صرف دہشت گردی کو ٹارگٹ بنانے کے نام پر ریاستی اداروں کو اس قدر اختیارات دیے گئے کہ انسانی حقوق اور انصاف کے تقاضے پامال ہو گئے۔ ماورائے عدالت قتل و غارت گری اور مسنگ پرسنز کا معاملہ اس کی ایک مثال ہے۔ بہت زیادہ خفیہ نگرانی کی وجہ سے چادر اور چار دیواری کا تقدس بھی پامال ہوا۔ ایسا طرز عمل اختیار کیا گیا کہ لوگوں کو اٹھا کر جتنی دیر مرضی ہے اپنے پاس رکھ لیں اور عدالت کے پوچھنے پر بھی جواب نہ دیں۔ یہ واقعات یہاں پر ہوتے رہے ہیں۔ آپریشن عزم استحکام کے حوالے سے حکومت نے فیصلہ کرلیا ہے تو وہ اس حوالے سے قدم ضرور اٹھائے گی مگر اس کا ملک اور قوم کو نقصان ہی ہوگا۔ ماضی کے آپریشنز بھی کامیاب نہ ہوئے تو اس کی متعدد وجوہات تھیں۔ NIPP کی حالیہ رپورٹ کے مطابق ناکامی کی ایک وجہ یہ تھی کہ آپریشن کی قیادت سول اداروں کی بجائے فوج نے کی۔ اس کی وجہ سے بے پناہ مسائل پیدا ہوتے ہیں۔ ایک بہت بڑا مسئلہ یہ پیدا ہوا کہ فوج نے صرف طاقت کا استعمال کیا۔ جبکہ سویلین ادارے زمینی سطح پر مسائل کو حل کرتے ہیں۔ یوں کہہ لیں کہ معاملہ جب ایکشن کے ذریعے حل ہو جائے تو پھر متاثرین کو دوبارہ آباد بھی کرتے ہیں۔ پھر یہ کہ افغان طالبان کو ہم نے punching bag بنایا ہوا ہے۔ جب ہم امریکہ کے فرنٹ لائن اتحادی تھے تو اس وقت بھی

افغان طالبان کے خلاف تھے اور اب جبکہ امریکہ وہاں سے چلا گیا ہے تو اب بھی ہم ان کے خلاف ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ وہاں سے بعض عناصر آ کر پاکستان میں دہشت گردی میں ملوث ہوتے ہیں لیکن ہم افغان طالبان کے ساتھ بات چیت کر کے بھی یہ مسئلہ حل کر سکتے ہیں۔ اصل معاملہ یہ ہے کہ اپنی ان غلط پالیسیوں کی وجہ سے عوام کا اعتماد اب ریاستی اداروں پر سے ختم ہو گیا ہے۔ اب بھی مخالفت میں اس لیے باتیں سامنے آ رہی ہیں کہ ریاستی پالیسی واضح نہیں ہو رہی کہ آپریشن عزم استحکام کا اصل ٹارگٹ کیا ہے، کہاں اور کتنی فوج استعمال ہوگی اور خاص طور پر آپریشن کے بعد لوگوں کو دوبارہ آباد کرنے اور انہیں دوبارہ سیاسی دھارے میں شامل کرنے کے لیے کیا طریقہ کار اختیار کیا جائے گا۔

سوال: پاکستان میں دہشت گردی کے خاتمے کے لیے ہماری حکومتوں نے دہشت گردوں سے بات چیت بھی کی، مذاکرات بھی ہوئے، ان کو کچھ رعایتیں بھی دی گئیں، ان کی سزائیں معاف کیں اور کچھ بندوں کو رہا بھی کیا۔ عام معافی کا بھی اعلان کیا گیا۔ یہاں تک کہ پھر کچھ عرصہ تک سیز فائر کی فضا بھی بنی رہی۔ لیکن اس سب کے باوجود معاملہ وہیں کا وہیں ہے۔ تاہم فوجی آپریشنز نے کچھ حد تک امن دیا ہے۔ پاکستان میں اگر عوام کے تعاون سے، آل پارٹیز کانفرنس بلا کر اور اتفاق رائے سے کوئی انٹیلی جنس بیسڈ ٹارگٹڈ آپریشن کیا جاتا ہے تو اس میں کیا ممانعت ہے؟

اوریا مقبول جان: اصل بات یہ ہے کہ اگر آپ امریکہ سے ہدایت لینا چھوڑ دیں تو یہاں سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔ بجائے اس کے یہاں ہوتا یہ رہا ہے کہ امریکہ کے کہنے پر یہاں سے بندے اُٹھا کر اس کے حوالے کیے جاتے رہے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ سول انتظامیہ کی بجائے یہاں امریکہ کا حکم مانا جاتا ہے۔ 2007ء میں جب جامعہ حفصہ کے خلاف آپریشن ہوا تھا تو فوج نے وہاں لوگوں کو قتل کر دیا۔ حالانکہ قانون کے مطابق چھ ماہ سے زیادہ ان کی سزا نہیں بنتی تھی جو انہوں نے گانے بجانے کی دوکانیں بند کروائی تھیں وغیرہ۔ لیکن آپ نے ان کے خلاف باقاعدہ آپریشن کر کے ان کو مار دیا۔ اس سے پہلے ایک بھی خودکش حملہ پاکستان میں نہیں ہوا تھا۔ اس کے بعد جو کچھ ہوا وہ آپ کے سامنے ہے۔ اگر ایک آدمی جرم کرے تو اس کی سزا پوری آبادی کو دینے سے کیا امن آئے گا؟ آج لاہور میں آپ اعلان کر دیں کہ دس ہزار طالبان آ گئے ہیں لاہور خالی کر دو اور راوی کے دوسرے کنارے جا کر آباد ہو جاؤ، دنیا میں کہیں ایسا کبھی ہوا ہے؟ اس کے باوجود آپ مجھے بتائیں کامیابی کہاں ہوئی ہے؟ آپ سوات سے فوج نکال کر دکھائیں، وزیرستان سے نکال کر دکھائیں۔ امن وہ ہوتا ہے کہ فوج کی وہاں ضرورت ہی نہ رہے۔ تنظیم اسلامی کے سیمینار میں جنرل شاہد عزیز کا بیان آن دی ریکارڈ ہے کہ سوات میں TTP کے ساتھ معاہدہ پاکستان کی فوج نے توڑا اور امریکہ کے کہنے پر توڑا۔ ایک شخص کے صرف اتنا کہنے پر کہ میں پاکستان کے آئین کو نہیں مانتا، آپ نے پورے سوات کو تہس نہس کر دیا۔ جبکہ عاصمہ جہانگیر یہی بات ہمیشہ کہتی تھی کہ میں پاکستان کے آئین کو نہیں مانتی۔ بلوچستان والے کہتے ہیں کہ کوہلو میں ایک جہاز پر اٹیک ہوا اور آپ نے پورے کا پورا ڈیرہ بگٹی اکبر بگٹی سمیت اڑا دیا۔ اسلام آباد میں مشرف کے پورے قافلے پر حملہ ہوتا ہے تو وہاں آپ کچھ نہیں کرتے۔

> **پاکستان نے بے گناہ لوگوں کو پکڑ کر امریکہ کے حوالے کیا، ان میں سے 99 فیصد لوگ رہا ہو کر واپس آئے کیونکہ ان کے خلاف دہشت گردی کا ایک بھی ثبوت نہیں تھا۔**

سوال: خیبر پختونخوا حکومت کی طرف سے یہ مطالبہ آ رہا ہے کہ اس وقت صوبے میں جو بھی ٹارگٹڈ آپریشن ہو رہا ہے اس کو بند کیا جائے۔ ان حالات میں جبکہ روزانہ کی بنیاد پر شہادتیں ہو رہی ہیں، ہمارے فوجی جوان اپنی جانیں نچھاور کر رہے ہیں اگر ہم یہ ٹارگٹڈ آپریشن بھی بند کر دیں گے تو کیا کے پی کے کی موجودہ حکومت صوبے میں امن و امان قائم رکھنے کی گارنٹی دے سکتی ہے؟

فرید احمد پراچہ: کوئی بھی آپریشن صوبائی حکومت کے تعاون کے بغیر ممکن نہیں ہوتا۔ پولیس جس طرح کسی علاقے میں انٹیلی جنس فراہم کر سکتی ہے اس طرح فوج براہ راست نہیں کر سکتی۔ اس لیے صوبائی انتظامیہ کا تعاون بہت ضروری ہے مگر وہ تعاون آپ مشورے سے لے سکتے ہیں طاقت سے نہیں لے سکتے۔ میں نے نیشنل سکیورٹی ورکشاپ میں پرویز مشرف سے یہ سوال کیا تھا کہ آپ نے فرمایا تھا کہ امریکہ کے فرنٹ لائن اتحادی بننے کے فلاں فلاں فائدے ہوں گے، کیا آج آپ ہمیں بتا سکتے ہیں کہ وہ فائدے کہاں ہیں؟ اور کیا اب بھی وہ وقت نہیں آیا کہ آپ اپنی پالیسی پر نظر ثانی کریں؟ آپ نے سارے انڈے ایک ٹوکری میں رکھ کر وہ ٹوکری امریکہ کے ہاتھ دے دی۔ مشرف نے جواب دیا مجھے تو یاد نہیں ہے کہ کیا فائدے بتائے تھے۔ میں نے کہا کہ جب آپ کو یاد ہی نہیں ہے تو فائدے خاک حاصل ہوئے؟ آپ نے گنوایا تھا کہ اس میں کشمیر کی آزادی بھی شامل ہے، وہ آزادی کہاں ہے؟ اس کے بعد اس نے کہا کہ ہم سمجھتے ہیں کہ اب ہمیں اپنی پالیسی پر نظر ثانی کرنی چاہیے۔ اسی لیے میں چائنہ گیا ہوں۔ اصل میں سارے فساد کی جڑ امریکہ کی غلامی ہے اور ہم نے اس پر تقدس کا ایسا لبادہ چڑھا رکھا ہے کہ نہ اس پر پارلیمنٹ میں بات ہو سکتی ہے، نہ کسی کمیٹی میں بات ہو سکتی ہے، نہ کسی مذاکرے میں ہوتی ہے تو اس کے نتائج آخر کیا نکلیں گے؟

اوریا مقبول جان: افغان طالبان سے امریکہ کے تین مطالبات تھے: 1۔ پوست کی کاشت کو ختم کرنا ہے، 2۔ داعش پر قابو پانا ہے۔ 3۔ خواتین کو مساوی حقوق دینے ہیں۔ دوحہ کے تیسرے اجلاس میں امریکن رپورٹ میں کہا گیا کہ افغان طالبان نے پوست کی کاشت بھی ختم کر دی ہے، داعش پر بھی قابو پا لیا ہے البتہ عورتوں کے حقوق کے حوالے سے جوان کی اپنی پالیسی ہے اس پر وہ سمجھوتہ کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ آج ہم جا کر افغانستان میں بات کر لیں صرف پندرہ دن میں دہشت گردی ختم ہو سکتی ہے۔

سوال: کیا دہشت گردی کے خلاف مجوزہ آپریشن عزم استحکام پاکستان میں قیام امن کا باعث بن سکتا ہے؟ اگر نہیں تو کیوں؟ اگر ہاں تو کیسے؟

بریگیڈیئر جاوید احمد: عزم استحکام آپریشن کے حوالے سے ہماری سول اور ملٹری قیادت کی نیت پر تو کوئی شک نہیں کیا جا سکتا۔ یقیناً خلوص نیت کے ساتھ ہی انہوں نے دہشت گردی کے خلاف نئے آپریشن کا عزم کیا ہے۔ البتہ اس کے پس منظر کو بھی دیکھنا ضروری ہے کیونکہ پس منظر اس کے نتائج پر اثر انداز ہوتا ہے۔ ہمیں یہ جنگ لڑتے ہوئے بیس سال ہو چکے ہیں، ان بیس سالوں میں ہم نے کیا حاصل کیا ہے اس پر بھی غور کیا جانا چاہیے اور یہ بھی سوچنا چاہیے کہ یہ جنگ آخر ختم کیوں نہیں ہو رہی۔ ان بیس سالوں میں ہمارے لیڈرز نے پاکستان کے حق میں آپریشن کیے لیکن اس کے نتائج پاکستان کے حق میں برآمد نہیں ہوئے۔ اگر آپ ایک دوائی کھاتے ہیں اور وہ اثر نہیں کرتی تو کیا وہ دوائی آپ ہمیشہ کھاتے ہی رہیں گے؟ میری گزارش یہ ہے کہ آپریشن ضرور کریں مگر اس حوالے سے چند چیزوں کو بھی مدنظر رکھیں۔ ملک کا بہت بڑا طبقہ اس کی مخالفت کر رہا ہے، اس کو سمجھانا ضروری ہے کہ یہ ہم کیوں کرنا چاہتے ہیں۔ اس کے خدوخال آپ واضح کریں

تاکہ اتفاق رائے سے یہ ممکن ہو اور امن قائم ہو۔ میں چاہتا ہوں کہ ایک نیشنل ڈائیلاگ ہو، جو لوگ اختلاف کر رہے ہیں ان کے ساتھ اتفاق رائے پیدا کرنے کی کوشش کریں تاکہ ساری قوم یک زبان ہو کر یک سوئی کے ساتھ آپریشن کے ساتھ کھڑی ہو۔

سوال: وزیراعظم پاکستان نے عزم استحکام آپریشن کے حوالے سے اتفاق رائے پیدا کرنے کے لیے آل پارٹیز کانفرنس بلائی ہے۔ اگر اس کانفرنس میں کوئی اتفاق رائے قائم نہیں ہوتا تو پھر پاکستان میں امن کی راہ کیسے نکالی جاسکتی ہے؟

اوریا مقبول جان: پاکستان سے دہشت گردی کو ختم کرنے کا صرف ایک ہی راستہ ہے اور کوئی راستہ نہیں ہے اور وہ یہ ہے کہ پاکستان، افغانستان اور ایران کے حکام آپس میں مل بیٹھ کر اتفاق رائے قائم کرلیں۔

فرید احمد پراچہ: یہ آل پارٹیز کانفرنس تو حکومت اپنی ضرورت کے تحت بلا رہی ہے اور بہانہ دہشت گردی کو بنا رہی ہے۔ جبکہ اگر مقصد دہشت گردی کا خاتمہ ہو تو پھر اس کے لیے اسمبلی میں کمیٹیاں بنی ہوئی ہیں، بعض آئینی ادارے بھی قائم ہیں وہاں بات کی جاسکتی ہے۔ آل پارٹیز کانفرنس اگر آپ نے بلانی ہے تو اس کا ایجنڈا سیاسی ہونا چاہیے۔

رضاء الحق: پاکستان میں دہشت گردی کا خاتمہ صرف سول اداروں کی بالادستی سے ممکن ہے۔ فوج کا کام آئینی لحاظ سے صرف اتنا ہے کہ وہ سرحدوں کی حفاظت کرے اور بیرونی دشمنوں سے لڑے۔ ملک کے اندر امن وامان کی صورتحال کے حوالے سے سول اداروں کا کام ہوتا ہے کہ وہ معاملات کو ٹھیک کریں۔

❁❁❁

ضرورت رشتہ

☆ راولپنڈی میں رہائش پذیر ملتزم رفیق، عمر 30 سال، تعلیم گریجویشن، ذاتی کاروبار اور گھر کے لیے دینی مزاج، پڑھی لکھی سمجھدار، عمر 20 تا 28 سال تک کی لڑکی کا رشتہ مطلوب ہے۔ ترجیحاً راولپنڈی/اسلام آباد اور گردونواح

برائے رابطہ: 0335-5086056
0312-5335274

اشتہار دینے والے حضرات نوٹ کرلیں کہ ادارہ ہذا صرف اطلاعاتی رول ادا کرے گا اور رشتہ کے حوالے سے کسی قسم کی ذمہ داری قبول نہیں کرے گا۔

کارِ تریاقی

عدل مجبور ہے، صدق ناچار ہے!

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

ساڑھے نو ماہ بیت گئے ہمیں اس عجب دور میں داخل ہوئے جب ظلم، بے انصافی اور قتل عام 7 ارب انسانوں کے سامنے مسلسل جاری ہے۔ بین الاقوامی سطح پر جتنا بے پناہ ردعمل ہوا، جتنا کچھ لکھا بولا گیا وہ بھی ریکارڈ توڑ ہے۔ دنیا تڑپ اٹھی، لرز گئی۔ CJW شو کے معروف بین الاقوامی صحافی کی درد میں ڈوبی چند سطریں کافی ہیں: ”ہم کبھی نہیں بھولیں گے وہ آئس کریم ٹرک جو بچوں کی لاشوں سے بھرا ہوا تھا۔ (سوچیے! بچے اور آئس کریم کی چاہت، چولی دامن کا ساتھ ہے!) وہ باپ جو اپنے بچوں کی باقیات تھیلوں میں اٹھائے جا رہا ہے (جب ہم اپنے تھیلے در تھیلے اسباب دنیا سے بھرے ہوتے ہیں!) وہ شخص جو ملبوں میں بچوں کے کھلونوں کے پاس بے ہوش ہو کر گر پڑا اور وہ جو 40 سال بعد اپنے گھر سے محروم ہو گیا۔ وہ ماں جو رو رو پکارتی رہی کہ میرے بچے بھوکے پیاسے ہی مر گئے۔ مردہ ماں کے اسٹریچر کے پیچھے بھاگتا الوداع کہتا، پکارتا ننھا بچہ۔ وہ بچہ جو اپنے چھوٹے بھائی کی تدفین سے پہلے یادگار کے طور پر اس کا ایک بال لینا چاہتا ہے!“ مظلومینِ فلسطین کا یہ آسٹریلوی غم گسار دکھی ہے کہ اگر او آئی سی، عرب لیگ، سعودی عرب، جنوبی افریقہ کا بین الاقوامی عدالت انصاف میں ساتھ نہیں دیتے تو انہیں اپنی اخلاقی بزدلی کی بھاری قیمت چکانا پڑے گی۔ یہ مناظر چلتے رہے۔ رات گئے قبرستان اسرائیلیوں نے ادھیڑ کر رکھ دیا، بلڈوزر سے کچھ لاشیں غائب، کچھ بکھری ہوئی، لوگوں نے آکر دوبارہ دفن کیں۔ اگلے دن عالمی دباؤ اور ردعمل سے 100 لاشیں واپس لا ڈالیں۔ نامکمل۔ زیادہ تر صرف دھڑ، ناقابل شناخت، یرغمالیوں کی تلاش کی آڑ میں 2 ہزار فلسطینی قبریں اکھاڑ پھینکیں۔ میتیں غائب کر دیں۔ خوراک، مدد کی لائنوں میں کھڑے بے گھر شہریوں پر اسرائیلی ٹینکوں نے گولیاں برسا دیں۔ اچانک شمال سے جنوب نقل مکانی کا حکم صادر کیا اسرائیلی فوج نے دس لاکھ فلسطینیوں کو!

غرض جب تاریخ لکھی جائے گی تو صفحات اسرائیل، امریکا، برطانیہ کے اشتراک سے ڈھائے مظالم سے سرخ و سیاہ ہو جائیں گے۔ خون کی دھاروں اور ظلم کی سیاہی سے۔ اس پر ردعمل بھی پوری دنیا میں بے مثال رہا۔ اب تمام راز طشت از بام ہو چکے۔ بار بار واشگاف دہرائے جا چکے۔ 1897ء میں صہیونی تحریک کا قیام۔ بیت المقدس مسلمانوں سے چھین کر وہاں ہیکل سلیمانی کی تعمیر کا پلان۔ گردوپیش کے مسلمان علاقوں پر قبضہ۔ برطانیہ کے ساتھ ملی بھگت۔ انتداب کے نام سے فلسطین پر برطانیہ کا انتظامی قبضہ۔ 14 مئی 1948ء کو اسرائیل کے قیام کا اعلان۔ مسلم زمینوں پر زبردستی قبضہ، بے دخلی، قتل و غارت مردوں کی دیر یاسین کے علاقے سے اور خواتین کے برہنہ جلوس۔ یہ نمونہ دکھا کر فلسطینیوں کو مزاحمت کا نتیجہ بتا دیا گیا۔ 1922ء میں 7 لاکھ فلسطینی آبادی اور 82 ہزار یہودی تھے۔ زمین کی تقسیم میں 75 فیصد زمین یہود اور 25 فیصد 7 لاکھ مسلمانوں کو عطا فرمائی گئی۔ یہ کہانی 75 سال پر محیط آج خونچکاں غزہ میں کھڑی ہے۔ جو ایک طرف جبر و استحصال اور دوسری جانب فلسطینی صبر و ثبات اور مزاحمت کی بے مثال داستان ہے۔

پوری مسلم تاریخ میں ایمان و استقامت و عزیمت کے سبھی ابواب ان چند مہینوں میں دہرائے جا چکے۔ تا آنکہ اب دنیا کی سب سے بڑی بین الاقوامی عدالت انصاف نے مبنی برحق و سچ فیصلہ صادر کر دیا جو اخلاقی اعتبار سے فلسطینیوں کی بہت بڑی فتح اور اسرائیل کے منہ پر زناٹے دار طمانچہ ہے۔ عدالت نے 5 دسمبر کو جنوبی افریقہ کے فائل کردہ مقدمہ پر عبوری طور پر بھی قتل عام غزہ میں روکنے کا حکم دیا تھا۔ اگرچہ اسرائیل نے اس دوران خون کی ندیاں بہانے میں کوئی کسر نہ چھوڑی، اب عدالت نے تاریخی فیصلہ صادر کر دیا ہے جس کے مطابق اسرائیلی آبادکاری فلسطینی سرزمین پر غیر قانونی قرار دے دی گئی ہے۔ بین الاقوامی قانون کے تحت یہ فیصلہ وزنی ہے۔ 15 ججوں کے پینل کی تحقیقات کے مطابق مغربی کنارے، مشرقی یروشلم اور اس سے منسلک حکومت بین الاقوامی قوانین کی خلاف ورزی پر قائم ہے۔ اسرائیل کا فلسطین کو اس کا ہرجانہ دینا بنتا ہے۔ یہ بھی کہا کہ یو این، سیکورٹی

کونسل، جنرل اسمبلی اور تمام ریاستوں پر لازم ہے کہ وہ اس قبضے کو قانونی تسلیم نہ کریں۔ اس کے قیام و استحکام کے لیے کسی قسم کی مدد فراہم نہ کریں۔ اس پر فلسطینی قیادت نے خیر مقدم کا ردِعمل دیا ہے۔

یورپی یونین نے اس حکم نامے کی تائید کی ہے۔ ان کے فارن پالیسی چیف نے کہا کہ سب سے بڑی یو این عدالت کا یہ فیصلہ، فلسطینی سرزمین پر غیر قانونی طور پر قابض ہونے کا (اسرائیل کا) یورپی یونین کے موقف سے مطابقت رکھتا ہے۔ دنیا کا ردِعمل یہی رہا ہے کہ اب خودسری اور شتر بے مہار آزادی (اسرائیل کی) ختم ہونی چاہیے۔ تاہم یہ عالمی سطح پر اخلاقی دباؤ تو ہے مگر اسرائیل نے یہ حکم رد کر دیا تو ICJ کے مطابق یہ یو این سیکورٹی کونسل جائے گا۔ تاہم قضیہ وہی پرانا ہے کہ امریکی مگرمچھ وہاں ویٹو لیے بیٹھا ہوگا۔ رخ پر چار جھوٹے آنسو بہا کر اسرائیل خدانخواستہ حسب سابق رہے گا ؎

عدل مجبور ہے صدق ناچار ہے!

نیتن یاہو اس فیصلے پر آگ بگولا ہو گیا۔ اسرائیل کے دفاع کی مقدس ذمہ داری، پاسداری کا فرض نبھانے کا عز دہرایا۔ ساتھ ہی یہ جھوٹا دعویٰ کہ اسرائیل کی بین الاقوامی قانون سے غیر متزلزل وفاداری ہے۔ (جو تمام تر جنگی جرائم سے عیاں ہے۔) اس پر غضب ناکی کا اظہار کہ عدالت نے یہودی اپنی ہی سرزمین پر قابض کیونکر قرار دے دیے۔ یہ ہمارا ازلی دارالحکومت، یروشلم ہے اور ہمارے آباء و اجداد کی سرزمین ہے۔ (82 ہزار یہودی بمقابلہ 7 لاکھ فلسطینی۔ ثبوت ملاحظہ فرمائیے)۔ دنیا بھر کے گوشے گوشے سے یہودی بلا کر اسرائیل میں فلسطینی اجاڑ اجاڑ کر لا آباد کیے گئے۔ فلسطینی پناہ گزین کیمپوں میں لے جا پھینکے گئے اور 6 لاکھ یہودی غاصب قابض آباد کار آن بسے۔ اسرائیل میں ڈی این اے ٹیسٹ کی حوصلہ شکنی ہے۔ وجہ؟ حقیقت کھل جاتی ہے کہ کون، کس ملک سے آیا ہے، اسرائیل کی سرزمین کا دعوے دار بنا۔ نیتن یاہو پولینڈ سے، سابق صدر آئزک ہرزوگ آئرلینڈ سے، وزیر دفاع پولینڈ سے، وزیرخزانہ یوکرین سے، قومی سلامتی کا وزیر بھی مقامی نہیں عراقی ہے۔ وزیر خارجہ مراکش سے، اپوزیشن لیڈر سربیا، سابق وزیر دفاع ہنگری، یو این میں نمائندہ رومانیہ سے۔ اسرائیلی سفارت کار، حکومتی مشیر آسٹریا سے، سفیر برائے برطانیہ جارجیا سے۔ یعنی یہ تو قابض قیادت کا عالم ہے! بھان متی کا کنبہ جوڑا، کہیں کی اینٹ کہیں کا روڑا! بے پناہ مراعات اور عیش و عشرت کے لالچ میں یہودی دنیا بھر سے اسرائیل کو ایک ٹورسٹ تفریح گاہ، مقام سیاحت سمجھ کر آن بستے ہیں۔ اس سرزمین سے ان کی وابستگی کا عالم تو یہ ہے کہ 7 اکتوبر کے بعد سے پہلے کی نسبت 3 گنا اسرائیلی مستقلاً ملک چھوڑ کر بھاگ گئے ہیں۔ حالانکہ اسرائیل میں خطرہ محض حماس کی خانہ ساز پھلجھڑیوں کا ہے۔ یہ آباء و اجداد کی سرزمین کے دعوے داروں کا جذباتی لگاؤ کا عالم ہے! دوسری جانب فلسطینی دنیا کا ہر غم دکھ، تکلیف بھرپور عزیمت سے قدس کی خاطر برداشت کرنے پر جس صبر و ثبات کا ثبوت دے رہے ہیں اُس نے دنیا کو دم بخود کر دیا ہے۔ فلسطینی سرزمین کی ملکیت کی ایک گواہی فطرت نے بھی دے ڈالی۔ زمین گویا ہوگئی۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ معروف اسرائیلی تاریخ دان اور مصنف ایلان پاپے نے ایک کتاب لکھی: ''فلسطین سے نسل کشی''۔ اس کا کہنا ہے کہ جب دیہات (فلسطینی) تباہ کیے گئے، کھنڈر، ملبے، لاشیں تو انہیں چھپانے دبانے مٹانے کو وہاں جنگلات اگائے گئے، فلسطینی واپس کہاں آئیں گے، یہ تو جنگل ہیں! ہوا یہ کہ ایک گاؤں میں جہاں ''پائن'' (یہودیوں کی طرح) مقامی درخت نہ تھا، لالا کر اُگانے کی کوشش ہوئی، پنپ نہ سکا۔ گل سڑ کر دو حصوں میں تقسیم ہو گیا۔ اس کے تنوں کے اندر سے جو درخت حیرت انگیز طور پر پھوٹنے لگتے وہ زیتون تھے۔ فلسطین کی سرزمین کی ملکیت کی مہر۔ ان کے صبر و ثبات، حق و سچ کا اظہار۔ فطرت کی عظیم گواہی! . . . والتین والزیتون و طور سینین کی قسم کی تصدیق! اللہ اکبر! یہ سرزمین اپنے وارثوں کو مل کر رہے گی باذن اللہ!

❀❀❀

گوشۂ انسدادِ سود

وفاقی شرعی عدالت کے 14 سوال اور ان کے جوابات

(گزشتہ سے پیوستہ)

(۳) ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوْهُ ۭ وَلْيَكْتُبْ بَّيْنَكُمْ كَاتِبٌۢ بِالْعَدْلِ ۠ وَلَا يَاْبَ كَاتِبٌ اَنْ يَّكْتُبَ كَمَا عَلَّمَهُ اللّٰهُ فَلْيَكْتُبْ ۚ وَلْيُمْلِلِ الَّذِيْ عَلَيْهِ الْحَقُّ وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ وَلَا يَبْخَسْ مِنْهُ شَيْـــًٔا ۭ﴾ (البقرۃ:۲۸۲)

''اے ایمان والو! جب تم کسی سے مقررہ مدّت تک آپس میں قرض کا لین دین کرو تو اسے لکھ لیا کرو' اور تمہارے درمیان کسی کاتب کو عدل کے ساتھ دستاویز لکھنی چاہیے' اور جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے لکھنا سکھایا ہو اُس کو لکھنے سے انکار نہیں کرنا چاہیے' اور جس شخص پر قرض ہو لکھوانا اُسی کی ذمہ داری ہے اور اُس کو اللہ سے ڈرنا چاہیے' جو اُس کا ربّ ہے اور وہ اس (قرض) سے کچھ کم نہ کرے۔''

یہ آیت جسے ''آیۃُ الدَّین'' بھی کہا جاتا ہے' قرآن پاک کی سب سے لمبی آیت ہے۔ ہم نے اس کا ابتدائی حصہ نقل کیا ہے۔ اس آیت کے متن سے بھی یہ بات آشکار ہو رہی ہے کہ یہاں کسی مسکین یا محتاج کو ذاتی ضروریات کے لیے اُدھار یا قرض دینے کی بات نہیں ہو رہی بلکہ بڑے بڑے مقاصد جیسے تجارتی و پیداواری اغراض کی خاطر قرض لینے دینے کی بات ہو رہی ہے' کیونکہ یہاں اہتمام کے ساتھ معاہدۂ قرض کو تحریر کرنے کی بات کی گئی ہے۔

بحوالہ: ''انسدادِ سود کا مقدمہ اور وفاقی شرعی عدالت کے 14 سوال'' از حافظ عاطف وحید

آہ! فیڈرل شریعت کورٹ کے سود کے خلاف فیصلہ کو 825 دن گزر چکے!

ڈاکٹر اسرار احمدؒ کی تمام مساعی کا مقصد یہ تھا کہ قرآن کے نظام کو بالفعل قائم و نافذ کیا جائے: (شجاع الدین شیخ)

آج معاشرے میں جو بھی گمراہی اور فساد پھیل رہا ہے اس کا توڑ قرآن مجید کی تعلیمات میں ہے۔ (مولانا محمد یوسف خان)

قرآن سیکھنا اور اس کی تعلیمات کو سکھانا اور پھیلانا ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے۔ (ڈاکٹر عارف رشید)

ڈاکٹر اسرار احمدؒ نے اپنی غیر موجودگی میں درس قرآن دینے کے لیے میرا انتخاب کیا جو کہ میرے لیے اعزاز کی بات ہے۔ (ڈاکٹر عبدالسمیع)

مجھ سمیت بے شمار لوگ ایسے ہیں جو ڈاکٹر اسرار احمدؒ کے دروس سے متاثر ہو کر قرآن کی طرف متوجہ ہوئے: (حافظ محمد رفیق)

اللہ تعالیٰ نے ہر شخص کو مکلف کیا ہے کہ وہ قرآن کی تفسیر جانے: (مومن محمود)

قرآن آڈیٹوریم لاہور میں منعقدہ تقریب تکمیل درس قرآن کی رپورٹ

مرتب: محمد رفیق چودھری

مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور کے زیر اہتمام مورخہ 20 جولائی 2024ء کو قرآن آڈیٹوریم نیو گارڈن ٹاؤن لاہور میں تکمیل درس قرآن کی تقریب کا انعقاد ہوا۔ تقریب کی صدارت امیر تنظیم اسلامی محترم **شجاع الدین شیخ** نے کی جبکہ سٹیج سیکرٹری کے فرائض شعبہ سمع و بصر کے مرکزی ناظم جناب **آصف حمید** نے ادا کیے۔ کثیر تعداد میں لوگوں نے تقریب میں شرکت کی۔ تنظیم اسلامی کی توسیعی عاملہ کے اراکین بھی تقریب میں شریک تھے۔ تقریب کا آغاز ڈاکٹر اسرار احمدؒ کے دیرینہ ساتھی جناب **حافظ محمد رفیق** کی تلاوت قرآن پاک و ترجمہ سے ہوا۔ اس کے بعد انہوں نے ڈاکٹر اسرار احمدؒ کے ساتھ اپنی طویل رفاقت اور ان سے قرآن سیکھنے، سمجھنے اور درس قرآن دینے کی روداد سنائی اور کہا کہ مجھے ڈاکٹر صاحبؒ کی موجودگی میں نماز تراویح پڑھانے کا شرف حاصل ہوا جو کہ میرے لیے اعزاز کی بات ہے۔ مجھ سمیت بے شمار لوگ جو ڈاکٹر اسرار احمدؒ کے دروس قرآن کی وجہ سے قرآن کی طرف متوجہ ہوئے اس کا کریڈٹ ڈاکٹر اسرار احمدؒ کو جاتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ محترم ڈاکٹر عارف رشید مبارک باد کے مستحق ہیں جنہوں نے ڈاکٹر اسرار احمدؒ کے مشن کو جاری رکھنے کا بیڑا اُٹھایا ہوا ہے۔ اس کے بعد جناب عدیل احمد نے شاعر ماہر القادری کی مشہور نظم ''قرآن کی فریاد'' پیش کی۔ اس کے بعد سیمینار سے خطاب کرتے ہوئے مقررین نے جن خیالات کا اظہار کیا ان کا خلاصہ حسب ذیل ہے:

آصف حمید (مرکزی ناظم شعبہ سمع و بصر): والد محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ نے جو درس قرآن کا سلسلہ شروع کیا، میں چاہوں گا کہ اس کی مختصر تاریخ پیش کردوں۔ ڈاکٹر صاحبؒ فرماتے تھے کہ 1942ء میں جب میں نے علامہ اقبال کی نظم جواب شکوہ پڑھی تو اس کا ایک شعر میرے دل میں پیوست ہوگیا۔

وہ زمانے میں معزز تھے مسلماں ہو کر
اور تم خوار ہوئے تارک قرآں ہو کر

تب سے یہ بات ڈاکٹر صاحبؒ کے ذہن میں رہی اور بعد میں درس قرآن کا سلسلہ شروع کرنے کا باعث بنی۔ 1954ء میں MBBS کے بعد لاہور منتقل ہونے سے قبل ساہیوال کے گردونواح میں درس قرآن کا سلسلہ شروع کیا اور پھر اسے جاری رکھا تاوقتیکہ 1965ء کے آخر میں آپ لاہور منتقل ہوئے۔ 1966ء سے لاہور میں حلقہ ہائے دروس قرآن کے نام سے کام شروع کیا اور لاہور اور گردونواح میں درس قرآن دینا شروع کیا۔ 1967ء سے سمن آباد کی مسجد خضرا سے سلسلہ وار درس قرآن شروع ہوا اور 1974ء میں مسجد الشہداء مال روڈ لاہور سے اسی درس قرآن کو دوبارہ شروع کیا۔ 1991ء میں اسی قرآن آڈیٹوریم میں سلسلہ وار درس قرآن کی تکمیل ہوئی۔ 1991ء میں سلسلہ وار درس قرآن کا دوبارہ آغاز کیا جو کہ فروری 1992ء تک جاری رہا اور سورۃ البقرہ کی آیت نمبر 61 پر جا کر رُک گیا۔ اس کے بعد اڑھائی سال کے عرصہ کے دوران ڈاکٹر صاحبؒ نے قرآن مجید کے منتخب نصاب کا تفصیلی درس ریکارڈ کروایا جو تقریباً 150 گھنٹوں پر مشتمل ہے۔ اڑھائی سال بعد 1994ء میں سلسلہ وار درس قرآن دوبارہ شروع ہوا اور سورۃ البقرۃ کی آیت نمبر 62 سے لے کر 167 تک جاری رہا۔ اس کے بعد سوا پانچ سال کے وقفے میں ڈاکٹر صاحب کا آپریشن بھی ہوا اور دیگر معاملات بھی رہے لیکن اس دوران ایک بار پھر انہوں نے اسی آڈیٹوریم میں منتخب نصاب ریکارڈ کروایا۔ 9 اپریل 2000ء سے سورۃ البقرہ کی آیت نمبر 168 سے دوبارہ سلسلہ وار درس قرآن شروع کیا جو فروری 2006ء تک جاری رہا اور سورۃ المائدہ تک کا درس مکمل ہوا۔ 5 مارچ 2006ء کو ڈاکٹر صاحبؒ نے درس قرآن کی ذمہ داری محترم ڈاکٹر عارف رشید کے حوالے کی۔ انہوں نے 12 مارچ 2006ء کو اس ذمہ داری کو نبھانا شروع کیا اور 14 جولائی 2024ء کو اسی قرآن آڈیٹوریم میں درس قرآن کی تکمیل ہوئی۔

مومن محمود (استاد قرآن اکیڈمی): تفسیر ایک علم ہے۔ ہر علم کے کچھ اصول ہوتے ہیں، کچھ موضوعات ہوتے ہیں، کچھ مسائل ہوتے ہیں، کچھ مباحث ہوتے ہیں۔ علم تفسیر میں قرآن حکیم کے حوالے سے گفتگو کی جاتی ہے۔ البتہ قرآن کا رسم الخط، قراءت اور فقہی احکامات علم تفسیر سے تعلق نہیں رکھتے۔ قرآن مجید میں جو کچھ بیان ہوا ہے اس سے اللہ کی مراد کیا ہے، اپنی بساط کے مطابق یہ جاننے کی کوشش کرنا علم تفسیر کا موضوع ہے۔ تفسیر یا صحیح ہوتی ہے یا غیر صحیح ہوتی ہے، یا محمود ہوتی ہے یا مذموم ہوتی ہے۔ اگر اللہ کی مراد تک پہنچنے کا صحیح طریقہ اختیار کیا جائے تو وہ محمود ہے اور اگر صحیح منہج مدنظر نہ رکھا جائے تو وہ تفسیر مذموم شمار ہوگی۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تفسیر چار اعتبارات سے ہے۔ ایک تفسیر وہ ہے جس کی جہالت کا کسی کو عذر نہیں ہے۔ یعنی کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا ہے کہ مجھے اس حوالے سے قرآن کی تفسیر کا علم نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہر شخص کو مکلف کیا ہے کہ وہ قرآن کی اس حوالے سے تفسیر جانے۔ کچھ چیزیں ایسی ہیں جن کو جاننا ہر مسلمان پر لازم ہے۔ ایک تفسیر وہ ہے جس کے لیے ہمیں علم لغت چاہیے۔ علم لغت میں بھی ہمیں وہ استعمالات چاہئیں جو اہل عرب میں تھے۔ تفسیر کی تیسری قسم وہ ہے جس کو علماء جانتے ہیں۔ اس

کے لیے کچھ اصول اور اعلیٰ علوم چاہئیں۔ تفسیر کی چوتھی قسم وہ ہے جس کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ کوئی شخص دعویٰ نہیں کر سکتا کہ اس نے قرآن کا سارا علم جان لیا ہے۔ جبکہ حدیث میں ہے کہ قرآن کے عجائبات کبھی ختم نہیں ہوں گے۔

اللہ ہمیں فہم قرآن میں اسی طریقے پر رکھے جو سلف سے چلتا آرہا ہے۔ تکمیل درس قرآن پر محترم ڈاکٹر عارف رشید کو مبارک باد پیش کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ انہیں اس کا اجر عطا فرمائے اور ڈاکٹر اسرار احمدؒ کے لیے اسے صدقہ جاریہ بنائے۔ آمین

ڈاکٹر عبدالسمیع: 1970ء کے آس پاس کی بات ہے کہ مجھے اپنے والد صاحب کے پاس ڈاکٹر اسرار احمدؒ کے دو کتابچے ملے: ''مسلمانوں پر قرآن مجید کے حقوق'' اور ''اسلام کی نشاۃ ثانیہ، کرنے کا اصل کام''۔ پہلا تو میں نے مکمل پڑھ لیا لیکن دوسرے کو ڈیڑھ صفحہ سے زیادہ نہ پڑھ سکا۔ پھر 1974ء میں 12 ربیع الاول کے دن مسجد الشہداء مال روڈ میں ڈاکٹر صاحب کا درس تھا جو میں نے سنا۔ ڈاکٹر صاحبؒ کے بیان میں ایسی کشش تھی کہ میں اس کے بعد ہر اتوار کو اس درس میں شامل ہونے لگا۔ اس کے بعد میں نے منتخب نصاب کا درس بھی سنا۔ 1975ء میں تنظیم اسلامی کا قیام عمل میں آیا اور اس کے بعد پہلے سالانہ اجلاس میں میں نے تنظیم میں شمولیت اختیار کرلی۔ گریجویشن کے دوران میں نے ڈینٹل کالج میں درس قرآن کا آغاز کیا۔ پھر انگریزی میں درس قرآن دینا شروع کیا۔ 1977ء کے مارشل لاء کے دوران میں نے ڈاکٹرز کو ہفتے میں پانچ دن عربی پڑھانا اور ایک دن درس قرآن دینا شروع کیا۔ اس کے بعد میں پریکٹس کے لیے فیصل آباد چلا گیا لیکن ہر جمعرات کو لاہور درس دینے کے لیے آتا رہا۔ 1979ء میں ڈاکٹر اسرار احمدؒ امریکہ گئے تو ان کی جگہ جمعہ کا خطبہ مسجد دارالسلام میں اور اتوار کی صبح درس قرآن مسجد الشہداء میں دینے کا اعزاز مجھے حاصل ہوا۔ اس کے بعد پانچ سال تک میری ذمہ داری لگ گئی کہ جب بھی ڈاکٹر صاحب بیرون ملک جائیں گے تو ان کی جگہ جمعہ کا خطبہ میں دوں گا۔ یہ میرے لیے بہت بڑے اعزاز کی بات تھی۔ اس کے بعد ڈاکٹر صاحب کے حکم پر امریکہ جا کر انگریزی میں درس قرآن دیتا رہا۔ پھر ڈاکٹر صاحب کے ساتھ بھی امریکہ جا کر درس دیا۔ اس کے بعد فیصل آباد میں درس قرآن دیتا رہا اور بعد ازاں جب انجمن خدام القرآن فیصل آباد کی تشکیل ہوئی تو مجھے اس کا صدر بنا دیا گیا۔

ڈاکٹر عارف رشید (صدر انجمن خدام القرآن): اللہ کا شکر ہے کہ ڈاکٹر اسرار احمدؒ نے 2006ء میں میری جو ذمہ داری لگائی تھی اس کو اللہ کی توفیق سے میں نے 18 سال اور 3 ماہ میں مکمل کیا۔ یہ بہت بڑی ذمہ داری تھی جو اللہ کے فضل سے ادا ہوئی۔ میرا تعلق ڈاکٹر اسرار احمدؒ سے پیدائشی ہے۔ جب میری عمر دس برس تھی اس وقت سے ہی میرا تعلق رجوع الی القرآن کی تحریک سے جڑ گیا تھا۔ 1980ء کے آس پاس ڈاکٹر صاحبؒ کا بیرون ملک جانا ہوا اور ان کی جگہ اسلام آباد کمیونٹی سنٹر میں سورۃ الحجرات کا درس دینے کی میری ذمہ داری لگائی گئی۔ 1966ء میں رجوع الی القرآن کی جو تحریک شروع ہوئی تھی اس کے تحت ڈاکٹر اسرار احمدؒ نے ہر جگہ منتخب نصاب کے دروس دیے۔ منتخب نصاب کے ذریعے ہمیں پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سے چاہتا کیا ہے۔ مسلمان ہونا اور نبی پاک ﷺ کا اُمتی ہونا بڑی سعادت کی بات ہے مگر جن کے رُتبے ہیں سوا ہیں ان کی سوا مشکل بھی ہے۔ یہ بہت بڑی ذمہ داری ہے جو ہر مسلمان پر عائد ہوتی ہے۔ میرا ارادہ ہے کہ سورہ المائدہ تک جو حصہ مجھ سے رہ گیا تھا اس کا درس بھی مکمل کرلوں۔ تمام لوگ میرے لیے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مجھے ہمت بھی دے اور صحت بھی دے تاکہ میں یہ سلسلہ جاری رکھ سکوں۔

شجاع الدین شیخ (صدر مجلس): درس قرآن کی تکمیل کے اس مرحلے پر ہم سب پر اللہ کا شکر ادا کرنا واجب ہے کہ اس نے ہمیں توفیق بخشی۔ اللہ تعالیٰ ڈاکٹر اسرار احمدؒ کے درجات بھی بلند فرمائے۔ یہ سارے پودے انہی کے لگائے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان ساری محنتوں کو ان کے لیے توشۂ آخرت بنائے۔ ڈاکٹر صاحبؒ کے دروس قرآن مطلق دروس قرآن نہیں تھے۔ یہ محض چند علمی مباحث کی بات نہیں تھی۔ قرآن محض فقہی کتاب نہیں ہے بلکہ کتاب ہدایت ہے اور وہ ہدایت زندگی کے تمام گوشوں کے لیے ہے۔ تنظیم اسلامی اور انجمن خدام القرآن کے زیر اہتمام قرآن کے دروس اور تعلیم کا جو بھی سلسلہ ڈاکٹر اسرار احمدؒ نے شروع کیا تھا اس کا مقصد یہ ہے کہ ہماری انفرادی اور اجتماعی زندگیاں قرآن کی تعلیمات کے مطابق ڈھل جائیں اور قرآن مجید جو نظام عدل اجتماعی واضح کرتا ہے اس کے قیام کے لیے بیعت کی بنیاد پر اجتماعیت قائم کر کے جدوجہد کی جائے کیونکہ قرآن انفرادی اور اجتماعی سطح پر اپنا نفاذ چاہتا ہے اور ڈاکٹر صاحبؒ کی معنوی اور صُلبی اولاد اسی جدوجہد کو تین نسلوں سے جاری رکھے ہوئے ہے۔ یہ سب مبارکباد کے مستحق ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو مزید توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

مولانا محمد یوسف خان (استاد جامعہ اشرفیہ): محترم ڈاکٹر عارف رشید نے 18 سال 3 ماہ میں درس قرآن مکمل کیا، اس پر وہ مبارک باد کے مستحق ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی محنت کو قبول فرمائے اور ڈاکٹر اسرار احمدؒ کے لیے صدقہ جاریہ بنائے۔ اللہ تعالیٰ محترم ڈاکٹر عارف رشید کو صحت عطا فرمائے تاکہ وہ ایک مرتبہ پھر درس قرآن کی تکمیل کرسکیں۔ آج معاشرے کا ہر فرد چاہے وہ عملی مسلمان ہو یا محض کلمہ گو مسلمان ہو، وہ فکر مند ہے کہ اپنی نئی نسل کو گمراہی سے کیسے بچائے۔ آج کی تقریب اس سوال کا جواب فراہم کرتی ہے۔ جو کچھ قرآن کی تعلیمات کے خلاف ہے وہ گمراہی ہے۔ اس گمراہی کا توڑ صرف ہدایت سے ممکن ہے اور قرآن مجید اصل ہدایت ہے۔ جیسا کہ قرآن کے شروع میں فرمایا: ﴿هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ ۝﴾ ''ہدایت ہے پرہیزگار لوگوں کے لیے۔'' دوسری جگہ فرمایا: ﴿هُدًى لِّلنَّاسِ﴾ ''لوگوں کے لیے ہدایت بنا کر۔''

یہ دونوں باتیں بالکل درست ہیں کیونکہ ہدایت کے دو معنی ہیں۔ 1۔ راستہ دکھانا۔ 2۔ منزل تک پہنچانا۔ قرآن مجید تمام انسانوں کو ہدایت کا راستہ دکھاتا ہے لیکن یہ ہدایت اور دائمی کامیابی کی منزل صرف وہ پائے گا جس کے اندر تقویٰ ہوگا۔ متقین کی پانچ نشانیاں قرآن مجید کے شروع میں بتادی گئیں۔ 1۔ ایمان لانا، 2۔ نماز قائم کرنا، 3۔ اللہ کی راہ میں خرچ کرنا، 4۔ اللہ کی کتابوں پر یقین، 5۔ آخرت پر یقین۔ ہم نے اپنی نسلوں کو اگر گمراہی سے بچانا ہے تو کم ازکم قرآن کے ان پانچ اصولوں پر عمل کرانا ہوگا۔ قرآن پاک سے جُڑ کر ہم اپنی نسلوں کو گمراہی سے بچا سکتے ہیں۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا تھا کہ میں تمہارے لیے دو چیزیں چھوڑ کر جارہا ہوں اور وہ کتاب اور سنت ہیں، اگر انہیں پکڑے رہو گے تو گمراہ نہیں ہوں گے۔ ڈاکٹر اسرار احمدؒ کا گھرانہ قرآن وسنت کی تعلیمات کو لوگوں تک پہنچانے کی عظیم خدمت سرانجام دے رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ تنظیم اسلامی اور انجمن خدام القرآن کی تمام مساعی کو ڈاکٹر اسرار احمدؒ کے لیے صدقہ جاریہ بنائے اور ان کی معنوی اور صُلبی اولاد کو یہ سلسلہ جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

undertaking is devoid of concerns. One should adopt what is predominantly beneficial and take every possible measure to mitigate its concerns. The likelihood of "personality cult" developing is higher where only the ideas, theories, and interpretations of a single preacher become the undisputed center and axis of the organization. In contrast, if many people continuously consult each other regarding their objectives and methods and follow the Quranic guidance of mutual consultation *(Amruhum Shoora Baynahum)*, this concern can be addressed, God-willing. Additionally, those who gather for the service of Deen should always consider themselves a part of the Ummah of Muslims, as stated in the *ayah "Inna Ma Ana Min Al-Muslimin,"* thus avoiding arrogance, pride, and the sense of being "different" from ordinary Muslims.

It should also be recognized that factionalism does not solely arise from forming organizations. Even institutions such as schools or religious seminaries can cause it. While religious seminaries and institutions have accomplished the great task of spreading Islamic teachings, they have also exhibited a tendency to confine Islam to their sects, leading to the basis of "I am different than you, and you cannot be similar to me!" It is neither correct to close down educational institutions due to these concerns nor is it appropriate to prohibit the establishment of organizations for religious purposes. Instead, every possible precaution should be taken to prevent division and discord within the Ummah through these means.

The third concern is the "internal discord" within organizations. Disagreement is a significant, albeit bitter, reality of this world. Movements arise and accomplish much beneficial work, then internal discord emerges. Similarly, we witness infighting among religious schools. However, it is incorrect to conclude that their work becomes forgotten. Their effects last long after them. Therefore, it is essential to begin with sincerity and dedication, keeping healthy channels open for resolving disagreements. Where differences are not about fundamental texts and core issues but merely pertain to differences in opinion, interpretation, or understanding, the views and interpretations of the higher organizational structure should be given precedence. Even then, if an unpleasant situation arises, it should be faced with patience and perseverance.

In our view, the process of Islamic revival is neither simple nor straightforward; rather, it encompasses multiple facets. Each facet involves determined individuals and groups actively engaged in various areas such as education and instruction, reform and training, preaching and invitation, national and communal efforts, as well as revolutionary and revivalist activities. Although these areas may seem distinct and sometimes even contradictory, they are mutually reinforcing and should be regarded with respect in the broader context of the revivalist movement.

Ironically, the opponents of religion and the proponents of atheism are highly organized, working cohesively from various fronts to launch well-coordinated attacks against religious forces. Meanwhile, the adherents of the true faith remain entangled in debates over whether collective struggle for the religion of Islam is necessary or not.

Here, citing a saying of the Prophet Muhammad *(SAAW)* brings this discussion to a logical conclusion:

"I command you with five things, and Allah has commanded me with them: unity, listening, obedience, migration, and jihad in the way of Allah."

(Jami` at-Tirmidhi 2863; In-book reference: Book 44, Hadith 5; Grade: Sahih)

Courtesy: Perspective, the online Journal of Tanzeem e Islami

Link: https://www.tanzeem.org/magazines/14-perspective-july-16-to-31-2024/

Revival of Islam and our Responsibility (part 2)

Raza ul Haq

The state of the Islamic world is such that each passing day tells a story of Muslim retreat and humiliation. The Ummah no longer exists in its true sense; there are various Muslim countries where Western political and economic systems have taken complete control, and Western civilization has entrenched itself under the guise of enlightenment. This comprehensive invasion has penetrated so deeply that a large majority of contemporary Islamic intellectuals and thinkers themselves are questioning the necessity of striving for the establishment of an Islamic system in any Muslim society. These are the intellectuals who believe in "Easy Islam." Unfortunately, they are treading a path of deviation, attempting to modify and alter the Shariah. For instance, taking interest is forbidden and unlawful, but giving it is permissible and lawful, some say! Some are ostensibly liberating women from the "restrictions of veiling." Additionally, others are ardent believers in Professor Francis Fukuyama's philosophy of the “End of History” regarding the supremacy of the Western democratic system. We have nothing to do with such intellectuals.

However, there are extremely sincere scholars of religion who wholeheartedly accept and follow the Shariah of Prophet Muhammad *(SAAW)*. We deeply acknowledge and respect their scholarly abilities and endeavors. Yet, it is surprising that they have started considering the struggle for the establishment of Deen and the formation of organized groups unnecessary. The founder of Tanzeem e Islami, Dr. Israr Ahmad *(RAA)* posed a few questions to such a learned individual, which we reiterate for our readers. The first question was, if the vast majority of a country's population is Muslim, what system should prevail in that country: the Islamic system or another? The second question was, if unfortunately, an Islamic system is not in place and instead a non-Islamic system prevails, should the Muslim inhabitants strive to establish an Islamic system or not? Should this effort be made individually by every Muslim, or is an organized group necessary to achieve this goal? Obviously, any rational and conscious person would say that Muslims should form an organized group to strive for the establishment of the Islamic system. This was also the answer given by that learned individual. We would like to add that if the Islamic country in question is Pakistan, then the matter becomes even more emphasized on a moral and religious level because the Muslims of Pakistan had promised Allah *(SWT)* that if He granted them a piece of land, they would implement His Deen in it. Regarding the necessity and importance of a group for achieving this objective, one should consider the chain of Prophethood from Nuh *(AS)* to Muhammad *(SAAW)* and also observe the scientific advancements and industrial and cultural revolutions of the 19th and 20th centuries. This observation reveals that the scope of individuality is shrinking due to the evolution of time, and the importance of collective life is increasing. Therefore, the indispensability of collectivism is more evident today than ever before. In the matter of Deen, Islam prefers even two individuals to travel and pray in congregation.

Regarding the concerns expressed vehemently about forming organizations, such as the fear of factionalism and the pernicious disease of personality cults, as well as internal discord within the organizations themselves, it is essential to acknowledge that no significant

جاری کردہ: ڈاکٹر اسرار احمد رحمہ اللہ

جدید تعلیم یافتہ حضرات وخواتین کے لیے دینی علوم کے حصول کا نادر موقع

رجوع الی القرآن کورس

(دورانیہ ۹ ماہ)

عرصہ 42 سال سے باقاعدگی سے جاری تعلیم

مضامینِ تدریس

پارٹ ۱ (سالِ اوّل) برائے مرد و خواتین

- تجوید و ناظرہ
- عربی گرائمر (صرف و نحو)
- ترجمہ قرآن (مع تفسیری و لُغوی توضیحات)
- دورہ ترجمہ قرآن
- قرآن حکیم کی فکری و عملی رہنمائی
- سیرت و شمائل النبی ﷺ
- مطالعہ حدیث و اصطلاحاتِ حدیث
- فکرِ اقبال
- فقہ العبادات
- معاشیاتِ اسلام
- اضافی محاضرات

پارٹ ۲ (سالِ دوم) برائے مرد حضرات

- عربی زبان و ادب
- اصولِ تفسیر
- تفسیر القرآن
- اصولِ حدیث
- درسِ حدیث
- اصول الفقہ
- فقہ المعاملات
- عقیدہ (طحاویہ)
- اضافی محاضرات

☆ رجسٹریشن یکم رمضان سے شروع ہے۔ ☆ انٹرویو 02 ستمبر
آغاز کلاسز 03 ستمبر 2024ء (اِن شاءاللہ)

ایام تدریس: پیر تا جمعہ

اوقات تدریس: صبح 8:15 بجے تا 12:50

نوٹ: بیرونِ لاہور رہائشی صرف مرد حضرات کے لئے ہاسٹل کی محدود سہولت موجود ہے۔ ہاسٹل میں پہلے آیئے پہلے پایئے کے اصول پر رہائش دی جاتی ہے لہذہ خواہشمند حضرات پہلے سے رجسٹریشن کروالیں۔

ڈاکٹر اسرار احمدؒ کی خدماتِ قرآنی کا مرکز — قرآن اکیڈمی

36-K ماڈل ٹاؤن لاہور
email:irts@tanzeem. org
www.tanzeem.org

زیر انتظام: مرکزی انجمن خدام القرآن (رجسٹرڈ) لاہور

مزید تفصیلات کے لئے www.tanzeem.org

03161466611 - 04235869501-3

Vol: 33 Regd. No. C.P.L NO.114 No.29

Weekly **Nida-e-Khilafat** Lahore